

سیم خان کمان

کوثر چاند پوری

محمد بیرم خاں

مقدمہ

شخصی سلطنتوں کا بار بظاہر تو بادشاہ کے دوش تازک پر ہوتا تھا لیکن حقیقتاً
بس ہستی پر حکومت کے نظم و نسق مملکت کے انصرام و اہتمام کا بوجھ ہوتا تھا وہ ”ذریعہ“
ان ذات تھی، یہی وجہ تھی کہ اورنگ سلطنت کی زینت کے لئے زیادہ محنت و انتخاب
ن ضرورت نہ ہوتی تھی، ظاہری وجاہت، متانت و سنجیدگی کے ساتھ بادشاہی
ماند ان سے ہونا ایک بہترین فرمانروا کی سب سے بڑی خصوصیت تھی، ان خصوصیات
لی موجودگی میں اگر رائے عامہ بھی اسکو حاصل ہے تو پھر کوئی چیز نہیں جو اسکو بادشاہ
نہنے سے روک سکے، لیکن عہدہ وزارت کے پُر کرنے کو اور بھی ایسی باتیں تھیں جنکا
محاط ضروری تھا اس کا راجہم کے لئے تجربہ، دانشمندی، سیاست دانی، دوراندیشی

ملک داری و جہان بینی کا وقوف، مردم شناسی، اور اصابتِ فکر و رائے کی سخت ضرورت تھی، وزیر کے لئے لازمی تھا کہ وہ حرد میدان بھی ہو اور مسند نشین بزم بھی! اس کا قلم صنفِ کما غد پر اگر موقی بکھیر سکتا ہے اور اس کی زبان منبر پر فصاحت و بلاغت کے دریا بہا سکتی ہے تو ضروری ہے کہ اس کی تلوار بھی میدانِ جنگ کو لالہ زار بنانے کی اہلیت رکھتی ہو اور اس کے دست و بازو میں بھی وہ طاقت ہو جو حریف کو خاک و خون میں آلودہ کر سکے، اس لئے ایک طفلِ دبستان اور کو دک شیر خوار کا مسندِ حکومت پر بیٹھ جانا، اور چتر شاہی کا سر پر رکھ لینا بالکل آسان تھا لیکن کسی نا تجربہ کار، کم عمر، اور آئینِ عدل و سیاست سے ناواقف شخص کا قلمدانِ وزارت سنبھال لینا قطعی محال اور یکسر ناممکن!

یہی وجہ تھی کہ ایک تجربہ کار وزیر متعدد بادشاہوں کے دورِ حکومت میں بھی الجمعے کے ساتھ وزارت کے عہدہٴ جلیلہ پر نصب رہتا تھا اور بادشاہت کا تغیر، تبدیل وزارت کو مستلزم نہ تھا چنانچہ بہت سے خوش نصیب وزرا رہیں جنہوں نے انقلابِ حکومت کے تماشے دیکھے مگر قلمدانِ وزارت استقلال کے ساتھ سنبھالے رکھا، بات یہ تھی کہ نا تجربہ کار بادشاہ کی موجودگی میں نظامِ مملکت قائم رہ سکتا تھا مگر لائق اور بیوقوف وزیر کا وجود سلطنت کے لئے سخت خطرہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ کسی نیکنام اور نامور بادشاہ کے حالات کا تفحص کیا جائے تو لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ اس کی نیکنامی اور شہرت محض اس کے وزیر کی فرزانگی کا نتیجہ تھی میرا یہ مطلب نہیں کہ

بادشاہ کوئی چیز نہ تھا اور اس رتبہ عالی پر ہر نااہل متمکن ہو سکتا تھا، بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ بغیر عاقل و فرزاند وزیر کے کسی بادشاہ نے شہرت و ناموری کے مدارج طے نہیں کئے۔

شخصی حکومت کے دور میں وزیر کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ بادشاہ گر ہوتا تھا اور اس کے ایک اشارہ چشم پر اکیلے حکومت ایک بادشاہ کے سر سے دوسرے بادشاہ کے سر پر پہنچ جاتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں وزیر کو خاص اہمیت حاصل تھی، فوج اور رائے عامہ پر اسے پورا اقتدار ہوتا تھا، وہ جانتا تھا کہ دلوں پر کس طرح قبضہ کیا جاتا ہے، اور اشتعال پیدا کرنے کی کیا صورتیں ہوتی ہیں مختصر یہ ہے کہ وزیر بادشاہ کا سب سے بڑا ہمدرد اور معاون بھی تھا اور خطرناک دشمن بھی! اسکی ہمدردی و اعانت اگر قلم و کو بادشاہ کے سطوت و جلال سے لرزہ بر اندام کر سکتی تھی تو اسکی خصومت سلطان کے مقابلہ میں ایک عام جذبہ منافرت بھی پیدا کر سکتی تھی، غرض وہ زہر بھی تھا اور زہر کا تریاق بھی!۔

تفاوت در نے ہندوستان کی حکومت کا قمر خاں اکبر کے نام ڈالا تو اس کی عمر تیرہ اور چودہ سال کے درمیان تھی، افواج شاہی کا ضبط، مهمات سلطنت کا انصرام، پٹھانوں کے فتنہ و فساد سے ناموس سلطنت کی حفاظت، ایسا آسان کام نہ تھا جس سے ایک کم عمر لڑکا جس کے ہونٹوں پر مال کے دودھ

کی نمی ابھی موجود تھی، عمدہ براہوسکتا،

اس ہمت آزماکام کے لئے تجربہ، استقلال، اور جفاکشی درکار تھی، ظاہر ہے کہ ایک تیرہ سال کا لڑکا ان اوصاف کا حامل نہیں ہوسکتا، یہ خصوصیات اُسی شخص میں ہوسکتی ہیں جس کی آنکھوں نے میدانِ جنگ میں خون کی ندیاں بہتی دیکھی ہوں، اور رقصِ بسل کے تماشہ میں اس کے واسطے کوئی ندرت نہ ہو، تلوار کی چمک سے اسکی نگاہوں میں چکاچوند اور زخمیوں کی آہ و بکا سے اس کے کانوں میں تکلیف کا کوئی احساس پیدا نہ ہو۔

وہ بچہ جس کے بدن سے آغوشِ مادر کی گرمی، اور جس کے ہوں سے ماں کے دودھ کی نمی رفع نہ ہوئی ہو، اس ہنگامہ قتل اور جگر دوزِ منظر کے دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا نہ سن و سال کی مناسبت سے یہ خونِ آشامی اس کے لئے موزوں!

نازنین راعشق و زیدین نہ زید جانِ من

شیر مردانِ بلاکش پادریں غوغا نہند

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت بادشاہ بالکل وزارتِ عظمیٰ کے رحم و کرم پر تھا اگر وزیر بھی ایسا ہی کم عمر اور ناتجربہ کار ہوتا تو یقیناً حکومت کا وہ شیشہ جس میں بعد کو اکبر کے جاہ و جلال کا بادۂ تند بھرا گیا، زندانِ بلاکش کے ہاتھوں چور چور ہو جاتا لیکن خوش قسمتی سے وزارت کی باگ اس شخص کے ہاتھوں میں تھی جس نے بار و دہالیوں کی آنکھیں دیکھی تھیں، جو صفِ اعدا کو ہجومِ اطفال سے زیادہ وق

نہ دیتا تھا سیاست جس کی کنیز اور تدبیر جس کا ادنیٰ چاکر تھا، اور جو اپنے پیچھے ایک عجیب و غریب تاریخ زمانہ کے لئے چھوڑ گیا، چنانچہ اس ”پیر دانا“ نے اکبر کے ہوش سنبھالنے تک جو کچھ کیا وہ آئندہ اوراق کے مطالعہ سے آپ پر بھی ظاہر ہو جائیگا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر ہیمو کے مقابلہ میں پامردی کا ثبوت دیا جب جملہ اراکین سلطنت کے ہاتھ سے صبر و استقلال کا دامن چھوٹ گیا تھا، یہی کام بیرم کی وزارت کا سب سے بڑا کارنامہ ہے جو اس کے نام کو اکبر کے ساتھ ساتھ ہمیشہ زندہ رکھے گا، میں کتاب کے مضامین کا اعادہ اس موقع پر مناسب نہیں سمجھتا ورنہ وضاحت کے ساتھ لکھتا کہ بیرم کی وزارت تلخ کے لحاظ سے کس قدر کامیاب اور خوشگوار ثابت ہوئی، تاہم یہ حقیقت اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھ لینے کے بعد خود بخود واضح ہو جائے گی، یہاں مختصر طور پر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بیرم ایک دانشمند تجربہ کار اور دور اندیش وزیر تھا۔ اس نے ایوانِ مغلیہ کی ہمتی ہوئی دیواروں کو استوار کر کے اس کے کنگرے آسمان سے ملا دیئے۔ وہ بزم میں ایک خوشگوار و شرمین کلام شاعر اور رزم میں ایک قوی باز و سپہ سالار کی حیثیت رکھتا تھا، اور اس اعتبار سے شاہیرِ اسلام میں اس کا درجہ بہت ممتاز ہے۔

اکبر کی رواداری و عدل گستری ایسی حقیقت ہے جس سے مورخین یورپ بھی انکار نہیں کر سکے، واقعہ یہ ہے کہ اکبر دورِ مغلیہ میں سب سے زیادہ سطوت

جبروت کا مالک تھا اس کے عہد حکومت میں رعایا نہایت خوش حال و فارغ البال تھی، غالباً یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ جس طرح دولتِ غزنویہ نام ہے عہدِ محمود غزنوی کا اُسی طرح حکومتِ مغلیہ کہتے ہیں صرف ”دورِ اکبری“ کو۔

اکبر کے دورِ فرماں روائی میں جو خصوصیات ہیں وہ نہ اس سے پہلے اور میں مل سکتی ہیں نہ بعد کے، اکبر ہی انکا موجد اور وہی انکا خاتم تھا۔

ہر جذبہ ترقی، محتاج ہوتا ہے ایک سازگار فضا کا، اگر وہ فضا خوش قسمتی سے میسر آجاتی ہے تو پھر کامل طور پر اس کی نشوونما ہو جاتی ہے ورنہ وہ جذبہ ہمیشہ کے لئے دل کی گور میں دفن ہو جاتا ہے۔

اکبر نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ اسی کا مقتضی تھا کہ وہ ایک عظیم النظیر فرمانروا بنکر حکومت کرے، اس کی سیرت کے نقوش، بیرم کی اصلاح کے رہین منت تھے، بیرم اکبر کا اتالیق تھا اور اس زمانہ میں اتالیقی کے منصب کو جو اہمیت حاصل تھی وہ کسی سے مخفی نہیں جس طرح مرضعہ کی چھاتیوں سے اکشر خصوصیات غیر مرئی طریقہ پر دودھ کے ساتھ شیر خوار بچہ میں منتقل ہو جاتی ہیں اسی طرح اسکا اخلاق، اس کے عادات و اطوار، اتالیق کے اخلاق اور اس کے عادات و اطوار کا منتقلی ہوتے ہیں چونکہ اکبر کی نشوونما ارتقا بیرم کے سایہ اتالیقی میں ہوئی تھی اس لئے اکبر کے شامل و خصائل بیرم ہی کی شامل و خصائل کا پرتو تھے گویا اکبر کی یہ ناموری اور اس کی یہ بے عدیل شہرت دو حیثیت سے بیرم کی

ممنون احسان ہے، اول تو اس نے بصورتِ اتالیق اکبر کے اخلاق کی تعمیر کی، دوسرے با اختیار وزیر کی حیثیت سے اس نے اکبر کو حکمرانی کے وہ سبق سکھائے جن سے اکبر نے اپنی ذہانت کی امداد سے ایسا ضابطہ حکومت تالیف کیا جو آج تک اس کی نیکنامی کا ذمہ دار ہے۔

چنانچہ جب بیرم درمیان سے اٹھ گیا اور ۹۶۸ھ سے اکبر صبح معنوں میں بادشاہ ہوا تو اولاً اس کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، کم عمر ہونے کے علاوہ اکبر بے علم بھی تھا، سلطنت کے نشیب و فراز کا اس کو عملی تجربہ نہ تھا، ایک دم سلطنت کا بار اس پر پڑ گیا، دربار میں جو امر ارتعے وہ اکبر کو نگاہ میں نہ لاتے تھے ہر امیر اپنے آپ کو خود مختار سمجھتا تھا لیکن باوجود ان مشکلات کے اکبر نے کہیں سخاوت سے اور کہیں شجاعت سے کام لیکر سب کو سیدھا کر دیا اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بھی بیرم ہی کے فیضِ اتالیقی کا اثر ہے۔

بہر حال بیرم کا عہد وزارت حکومتِ مغلیہ کی تاریخ کا وہ باب ہے جو ہمیشہ یادگار رہے گا، اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اکبر نے اپنی نا تجربہ کاری سے بیرم مٹانے کی سعی کی، حالانکہ اس نے اپنی پختہ کاری تندہی اور دانشمندی سے اکبر کو غیر فانی بنایا۔

مجھ ایسے بے بضاعت شخص کا ایسی جگہ میٹھکر سیرت پر مرتب کرنا جہاں کتابوں کا کافی ذخیرہ نہ ہو اور کسی کا علمی مشورہ بھی حاصل نہ ہو سکے۔ سخت اہم کام تھا، پھر ملازمت کی پابندیاں اور تالیف و تصنیف کا انہماک دو متضاد باتیں ہیں، ملازمت بجائے خود ایک ہنگامہ ہے اور تالیف و تصنیف کا دلچسپ مشغلہ ایسے فرد سی سکون کا طالب، جس میں نسیم کا ہلکا ہلکا توجہ اور شبنم کا خاموش تقاطر بھی، غنچہ دل کو پڑ مردہ کرنے کے لئے کافی ہے، ضروریات ملازمت اس امر کی داعی کہ سکون ترقی کا سب سے بڑا دشمن ہے اور ذوق تالیف و تصانیف متقاضی کہ ۵

رہے اب ایسی جگہ چلکر جہاں کوئی نہ ہو

ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہمزباں کوئی نہ ہو

تاہم میں نے اپنے لئے ایک معتدل راستہ تجویز کر لیا اور فرائض منصبی کی انجام دہی کے بعد جو وقت مجھے اپنے آرام و راحت پر صرف کرنا چاہئے تھا اسکو اس علمی کام کی نذر کر دیا۔ جس سے بظاہر کسی صلہ کی توقع نہیں کی جاسکتی، اس طرح گویا ”کلفتِ افسردگی“ کی خاطر میں نے ”عیشِ بیتابی“ اپنے اوپر حرام کر لیا۔

میرے لئے سب سے بڑی دشواری کتابوں کی تھی، ضرورت کے وقت کتابوں کا ہم پہنچنا سخت مشکل تھا پہلے تو میں نے اپنی خواہ کا زیادہ حصہ

کتابیں خریدنے پر صرف کیا لیکن جب دیکھا کہ مجھے اس صورت سے زیادہ کامیابی نہیں ہو سکتی اور جو کتابیں خصوصیت کے ساتھ مطلوب ہیں بازار کی وسعتیں ان سے خالی ہیں تو میں نے اپنے احباب کو تکلیف دی اور سخت ضرورت کے وقت رخصت لیکر بھوپال کی حمید یہ لائبریری سے بھی استفادہ کیا، جو فرما روایانِ بھوپال کی علمی فیاضی کا نہایت زبردست نمونہ ہے۔

بھوپال کا یہ عظیم الشان کتب خانہ جو اعلیٰ حضرت سکندر رصوالت نواب حاجی حمید اللہ خاں صاحب بہادر بی۔ اے۔ ادم اللہ بالعرز والاقبال فرما روائے بھوپال کے اہم گرامی کی مناسبت سے حمید یہ کتب خانہ کہلاتا ہے قدیم و جدید کتابوں کا بے نظیر ذخیرہ ہے پھر یہاں کا انتظام اس قدر معقول ہے کہ ہر شخص دلجمعی کے ساتھ کتابوں کا مطالعہ کر سکتا ہے، مولانا عبد الرزاق کانپوری اسی کتب خانہ میں تاریخ اسلام پر مواد جمع کیا کرتے تھے، اور مولانا نیاز فتحپوری نے بھی اس لائبریری سے مددوں استفادہ کیا ہے، میں نے بھی اس کتاب کی تدوین میں بھوپال کے اس علمی سرچشمہ سے اپنی پیاس بجھائی، اگرچہ دو تین کتابیں جن کا دیکھ لینا میرے لئے زیادہ مفید تھا مجھے نہ مل سکیں تاہم اتنی کوشش کے بعد میں اس قابل ہو گیا کہ اپنے ایک چھوٹے سے مضمون کو جو ”محمد بیرم خاں ترکماں“ کے نام سے رسالہ مخزن لاہور میں طبع ہوا تھا

پھیلا کر کتاب کی صورت میں شائع کر سکوں۔

کسی کتاب کی تدوین و ترتیب کے بعد سب سے بڑا مرحلہ اس کی طباعت کا ہوتا ہے، ملک میں بعض ادارے ایسے ہیں جو مفید کتابوں کو منصفہ شہود پر لانے کے لئے ہمہ تن مصروف کار ہیں، لیکن ان کی یہ مصروفیت یا تو اپنے احباب کی تصانیف شائع کرنے تک محدود ہے یا تجارتی اغراض سے ملو،

جو ادارے صرف اپنے احباب کی مصنفات و مولفات شائع کرتے ہیں ان سے خلوص کی حد تک تعلقات پیدا کرنا ایک ایسی تصنیف کا کام ہاتھ لینا ہے جس کی اہلیت ہر شخص میں نہیں، اور تجارتی اداروں کو اپنی کتاب کا دیدینا، اور چھپنے کے بعد اس کو قصہ ”چار درویش“ بنا کر بازار میں پیش کرنا مجھے کسی طرح گوارا نہ تھا اگرچہ اس صورت میں مجھے بھی ان کے تجارتی مقاصد کے ماتحت فائدہ پہنچ جاتا مگر جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ عہد حاضر میں سرزمین ہند پر علمی مشغولیت نام ہے ایک مستقل خسارے کا وہ اس معمولی منفعت پر نگاہ نہیں ڈال سکتا۔

اب صرف یہی ایک صورت باقی تھی کہ میں خود اپنے اہتمام سے کتاب چھپواؤں اور جس چیز کے لئے کافی وقت کی قربانی کر چکا ہوں اس پر روپیہ کا چڑھا دیا اور طبعانے سے بھی دریغ نہ کر دوں، چنانچہ یہی ہوا اور طباعت کا انتظام

بھی میں نے ہی اپنے سر لیا۔

جس زمانہ میں ادبی تصانیف بھی تصاویر کی دلکشی سے مستغنی نہ ہوں اس میں تاریخی کتابوں کا بغیر تصاویر کے مقبول ہونا معلوم! حقیقت بھی یہ ہے کہ تاریخی اور تشریحی کتب کو تصاویر سے خالی رکھنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے بلا نشانات کی گھڑی بن کر چلا دینا۔

سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ غریب اگلے زمانہ والے مصنفین نے اس ضرورت پر اعتنا نہیں کیا اور اپنی بہترین کتابوں کو جو آج ہمارے لئے مشعل ہدایت بنی ہوئی ہیں، تصاویر سے محروم نہیں کیا۔ حالانکہ اگر وہ چاہتے تو انکو بہت سے ”چفتائی“ اس عہد میں دستیاب ہو سکتے تھے، باوجودیکہ عہد قدیم کی مصوری کے حیرت انگیز نمونے دیکھ کر آج بھی ارباب کمال انحشت بے انداز ہو جاتے ہیں۔ لیکن کتابوں میں تصاویر شامل کرنے کا رواج اب سے کچھ قبل نہ تھا، میں نے تصاویر کو شریک کتاب کرنے کا قصد کیا تو بے انتہا تجسس کے بعد بھی مجھے بیرم کی ایک معمولی تصویر دستیاب ہوئی، یہ تصویر اردو کی ایک درسی کتاب سے لی گئی ہے۔

چونکہ سلسلہ واقعات میں بیرم کے ساتھ اس کی اولاد و ازواج کا تذکرہ بھی ناگزیر تھا، اور تذکرے کے ساتھ میرے نقطہ نظر سے ان کی تصاویر شائع کرنا لازمی۔ لیکن عبدالرحیم ”خان خاناں“ کی تصویر کے علاوہ

مجھے اور کوئی تصویر نہ مل سکی، یہ فوٹو رسالہ انکشاف کے سالانہ نمبر میں ایک مضمون کے ساتھ چھپا تھا اور یقیناً تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔
تیسری تصویر ہندوستان کے مشہور مصنف اور عدیم النظیر مدبر،
خان بہادر قاضی سر عزیز الدین احمد صاحب دیوان ریاست دتیا کی ہے
جن کے نام یہ کتاب معنون کی گئی ہے اور اس کو میری سپاس گزاری کا
مغاہرہ اور مسدوح کی قدر شناسی کا ایک ششمہ سمجھنا چاہئے۔

دنیا میں کون ایسا ہے جو داد اور صلہ کا متنی نہ ہو اگرچہ غالب نے ارباب
زمانہ کی روش سے تنگ آکر کہہ دیا تھا ۵

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا

گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حقیقتاً ان کو ستائش اور صلہ کی آرزو نہ تھی۔

میرا خیال ہے کہ ستائش اگر میر آجائے اور صلہ اگر حاصل ہو جائے تو
انسان اپنی خوش قسمتی پر ضرور ناز کر سکتا ہے لیکن صلہ کی بہت سی قسمیں ہیں منجملہ
ان کے ایک صلہ وہ ہے جو قدرت کی طرف سے مصنف کی کسی کتاب کو قبول عام
کی صورت میں عطا ہوتا ہے میں بھی اسی انعام، اور اسی صلہ کا خواہشمند ہوں، اور

دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم اس کتاب کو قبول عام بخشے

من از خزانه او گوهرے نمی خواهم
(آزاد بلگرامی) نمی بس است مرا از سحاب نیایش

میرا یہ دعا نہیں کہ اس کتاب کو نصاب تعلیم میں داخل کر لیا جائے، نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کسی صوبہ کی اسکول لائبریریوں کے لئے یہ کتاب منظور ہو جائے بلکہ تمنا صرف یہ ہے کہ اہل علم اسکو پڑھیں اور مجھے دعائے خیر سے یاد کریں۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ بھوپال کی جس سرزمین پر آج سے چند سال قبل مولوی عبدالرزاق کانپوری نے اپنی معرکہ الآراء تاریخ ”نظام الملک طوسی“ مرتب کی تھی اسی علم نواز خاک پر جلال الدین محمد اکبر کے شہرہ آفاق آتالیق، فاتح ہند ”محمد بیرم“ کی سوانح عمری لکھی جا رہی ہے اگرچہ ان دونوں کتابوں کے زمانہ ترتیب میں بہت فرق ہے لیکن مقصد تقریباً ایک ہے مولوی عبدالرزاق صاحب اسلام کے مایہ ناز فرزند ”نظام الملک طوسی“ کے حالات مجتمع کر کے دنیا کو دکھایا تھا کہ اسلام نے کیسے کیسے افراد پیدا کئے، اور میں ”بیرم“ کی سیرت لکھ کر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی مردم خیزی نظام الملک پر ہی ختم نہ ہو گئی تھی بلکہ اسی نے اس کے بعد بھی وہ ہستیاں پیدا کیں جنہوں نے اپنی خداداد عقل و فراست، جلی شجاعت و بسالت سے حالات کا رخ بدل دیا،

اسلام کی یہ خصوصیت اب بھی باقی ہے اور آئندہ بھی ہمیشہ اس کے مظاہرات
ہوتے رہیں گے۔

کوثر چاند پوری

شفا خانہ بیگم گنج

۲۰ مئی ۱۹۳۱ء

جلد حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

محمد بیرم خان ترکمان

شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے شہرہ آفاق - اتالیق سلطنت مغلیہ کے
محسن اعظم - محمد بیرم خان ترکمان، کی مفصل اور دلچسپ انجمنی
جس کو متعدد قدیم اور معتبر تاریخوں کے مطالعہ سے نہایت محنت
کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے

از

حکیم علی کوثر چاند پوری

باہتمام خواجہ صدیق حسین

مطبع آگرہ اخبار پریس آگرہ مطبع ہونی

ایک ہزار جلد

قیمت فی جلد ۵۰

بار اول

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۹	جاگیرات	۳	انتساب
۷۹	اکبر کی اتالیقی	۴	نام و نسب وغیرہ
۸۰	القاب و خطاب	۹	شکل و شباهت
۸۲	بیرم کی جنگی قابلیت اور اصابت رائے	۹	مذہب
۹۷	آئین ملک داری	۱۲	عادات و خصائص
۱۰۰	بیرم کی علالت اور اکبر سے اختلاف	۱۵	ظرافت و شگفتگی مزاج
۱۰۲	ازدواج و اولاد	۱۷	ضبط و تحمل
۱۱۱	عمارات	۱۸	سجاوت
۱۱۲	تصانیف	۲۰	شاعری
۱۱۲	معرکے	۵۴	شجاعت و بسات
۱۱۲	عہدہ ہایوں کے معرکے	۵۶	وفاداری
۱۱۵	عہد اکبر کے معرکے	۶۴	بیرم کی رسالت اور فرزانیگی
۱۱۹	بیرم سے اکبر کا انحراف	۶۸	بیرم اور مرزا عسکری
۱۳۳	بیرم کی مغزولی و بغاوت	۶۸	قدر اور بیرم
۱۵۲	بیرم کی دربار میں حاضری اور	۶۹	بیرم کا اقبال اور مدد
	عفو و تقصیرات	۷۲	بیرم اور ہایوں کی منظوم مراسلت
۱۵۷	بیرم کی وفات	۷۵	بیرم پر خود سری کا الزام
		۷۸	بیرم کی سپہ سالاری

به سلسله كتاب ”محمد بيوم خان ترمان“



خان بهادر قاضي سر عزيز الدين احمد صاحب
 سي - آئي - او - بي - اي ' آئي - ايس - او
 ديوان رياست دتيا

انتساب

خان بہادر قاضی سر عزیز الدین احمد صاحب سی، آئی، ای، او، بی، ای، آئی، ایس، او۔ ایم، آر، اے، ایس وزیر ریاست دتیا نہایت تجربہ کار، دانشمند اور بیدار مغز وزیر ہیں۔ آپ کے تدبیر اور وسیع تجربات کی روشنی سے سرزمین دتیا میں تہذیب و تمدن، عدل و انصاف، تعلیم و خوش حالی کی جو ارزانی ہوئی ہے اس نے دتیا کو امن و امان، علم و آئین کا گہوارہ بنا دیا ہے، پس ”محمد پریم خان ایسی تاریخی کتاب جس میں انھیں اوصاف کے ایک غیر فانی وزیر کی واردات حیات منظر عام پر لائی گئی ہیں۔ صرف آپ ہی کے نام نامی اور اسم گرامی سے منسوب ہو کر مولف کی داغ کا ہی و جگر سوزی کی داد حاصل کر سکتی ہے ÷

نیلکا آئین

کوثر چاند پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد بیرم خاں کمان

نام و نسب وغیرہ | محمد بیرم خان نام تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے محمد
بیرم بیگ، بن سہیف علی بیگ بن بیرک
بیگ، بن شیر علی بیگ، بن علی شکر بیگ بن بیرم قرا بیگ
بن الف قرا بیگ بن قراخان ابن غزاں خاں۔ بن قرا مصر بن قرا
محمد۔ دوسری طرف سے شجرہ کا سلسلہ مرزا اسکندر قرا یوسف تک
پہنچتا ہے لہ شیر علی ترکمان بہار لو کا نواسہ تھا۔

ایران کے قرا قویلو ترکمان مین بہار لو قبیلہ کا ایک عالی ہمت
فرد علی شکر بیگ تیموری خاندان سے وابستہ تھا، ہمدان،
دینور، کردستان وغیرہ کی حکومت اس کے سپرد تھی، عرصہ تک
یہ علاقہ علی شکر بیگ کے نام کی مناسبت سے ”قلمرو علی شکر“
سے موسوم رہا۔

جب عراق روزن حسن کی چیرہ دستیوں کا شکار ہوا اور سلطان
لہ ماثر جی صفی علیہ و تالیخ فرشتہ جلد اول۔

دہ سانسہ نائب ”محمد بیوم خان تو خان“



محمد بیوم خان ”خان خانان“ اقبالپور

ابوسعید مرزا نے جام شہادت نوش کیا تو شیر علی بیگ مرزا سلطان محمود بن سلطان ابوسعید مرزا کے پاس حصار اور شاد ماں کی طرف چلا آیا، لیکن مرزا نے شیر علی بیگ کے حال پر کچھ التفات نہ کیا تو وہ شکستہ خاطر ہو کر کابل چلا گیا۔ یہاں چہہ ہینے کے عرصہ میں اس نے آٹھ سو جوانوں کی جمعیت مہیا کر لی اور شیر علی بیگ کے ارادے سے فارس کی رخ کیا، اس کے دماغ میں سلطنت کی بیشمار تمنائوں نے عزم مستقل کی روح پھونک دی تھی، اٹھائے راہ میں ترکمانوں اور سیتانیوں کی ایک اور جماعت اُسے دستیاب ہو گئی، اور ایک معقول فوج کے ساتھ اس نے شیراز پر چڑھائی کی مگر روزِ جنگ امرار نے اسے شکست دیدی۔

شیر علی نہایت پریشانی کے عالم میں اپنا تمام مال و متاع ہاتھ سے دیکر خراسان کے عزم سے جا وہ بیٹھا ہوا۔ اس تباہی و بربادی کے باوجود اس کا حوصلہ کم نہ ہوا تھا۔ وہ بدستور ہمت مردانہ بیکار فرما تھا۔ چنانچہ راستہ میں جس جگہ اس کا گزر ہوا وہاں گزیر و سختی اسے سامان و پیادہ فراہم کر نیکی کو شمش کی شہ

مرزا سلطان حسین حاکم ہرات نیز دوسرے امراء نے شیر علی کے

ارادہ سے مطلع ہو کر اس کا راستہ روکا، شیر علی بیگ اس جنگ میں تیر قضا کا نشانہ ہوا۔ اس کے فرزند اور ملازم متفرق ہو گئے۔ یار علی بیگ نے جو شیر علی کا بڑا لڑکا تھا قندزہو نچکر خسرو شاہ کی ملازمت سے سر بلندی حاصل کی جسوقت بابر بادشاہ خجستہ کو شکست دیکر اس کی جمعیت پر اقتدار حاصل کیا تو یار علی اور اس کا بیٹا سیف علی بھی بابر کی سلک ملازمت میں داخل ہو گیا۔

یار علی کو بابر نے غزنی کا حاکم مقرر کیا مگر اسکی عمر نے وفانہ کی اور چند روز بعد اس نے اپنی جگہ بیٹے کے لئے خالی کر دی۔ سیف علی بیگ باپ کا قائم مقام ہوا اور اسکو غزنی کی جاگیر عطا کی گئی۔ ۵۳ بیرم خاں بدخشاں میں پیدا ہوا اور سیف علی کے فوت ہونے پر اپنے اعزہ کے پاس بلخ چلا گیا۔ جہاں وہ تحصیل علوم اور کسب کمالات میں مصروف رہا۔

بیرم خاں سولہ سال کی عمر میں کابل آکر شہزادہ محمد نصیر الدین ہمایوں کی ملازمت میں داخل ہوا۔ چونکہ بیرم کو علم موسیقی سہی بہرہ و قوت

۵۴ تاریخ فرشتہ جلد اول ۵۴ تاریخ فرشتہ جلد اول بیان ہمایوں

۵۴ ۵۴ ماثر الامراء صفحہ ۲۷۲

۵۵ ماثر الامراء صفحہ ۲۷۲ و ماثر رحیمی صفحہ ۶۵

حاصل تھا۔ اس کی بدولت ہالیوں کی نظروں میں نہایت

مغرر ہوا اور مصاحبت خاص کا درجہ بلند حاصل کیا۔ ۱۵

بیرم کی قابلیت کو دیکھ کر ہالیوں اس پر حد درجہ مہربان ہو گیا
چنانچہ اس نے مہرداری کی عظیم الشان خدمت اس کے سپرد کر دیا
قصد کیا۔ جسوقت بادشاہ کے دل میں یہ خیال گزرا بیرم اپنے
گھر چارپائی پر سورا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ بادشاہ نے
مہرداری کے منصب جلیل پر اس کو فائز کیا ہے، بیرم چونکہ
چارپائی سے اُتر آیا اور غائبانہ اس منصب کو تسلیم کیا ملازم اور
خدام اس حرکت پر متعجب ہوئے اور اس کا سبب دریافت کیا
بیرم نے اپنا خواب اُن کو بھی سنا دیا اس کے بعد بیرم بادشاہ
کی خدمت میں حاضر ہوا تو مہرداری کی خدمت اس کے سپرد ہوئی ۱۶
بیرم خان ذاتی اوصاف کے علاوہ خاندانی وقار کے اعتبار سے
بھی ممتاز تھا۔ اس کے باپ دادا امیر تیمور صاحبقران کی اولاد کے
درباروں میں ہمیشہ مناصب اعلیٰ پر فائز رہے ۱۷

علاوہ برین خاندان تیموری سے اس کا نہالی رشتہ بھی ہے

۱۵ تا ۱۶ مائثر رحیمی صفحہ ۶۶

۱۷ تاریخ فرشتہ جلد اول

۱۸ تاریخ فرشتہ جلد اول

جو اس مختصر شجرہ سے واضح ہو گا جس کو ابوالفضل نے اکبر نامہ
جلد دوم میں نقل کیا ہے لے
خواجہ عطار

خواجہ حسن المعروف بہ خواجہ زادہ چغتائیاں

مرزا علاء الدین

مرزا نور الدین

مرزا علاء الدین کی بیوی شاہ بیگم محمود مرزا بن سلطان ابوسعید
مرزا کی صاحبزادی تھی۔ شاہ بیگم جو تھی پشت میں علی شکر بیگ
کی تو اسی ہوتی ہے کیونکہ علی شکر کی لڑکی شاہ بیگم شاہزادہ
محمود مرزا سے منسوب تھی اس رشتہ کی رعایت سے بابر نے
اپنی بیٹی گلرنگ بیگم کو مرزا نور الدین کے جلالہ نکاح میں دیدیا تھا
علی شکر بیرم کا جد سونی ہے۔ اگرچہ اس شجرہ سے بیرم کا رشتہ
خاندان تیموری کی شناخت ہو مگر یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کیا رشتہ تھا

بہر حال بیرم کیا باعتبار ذات اور کیا بہ لحاظ صفات ایک زبردست وقار و اعزاز کا مالک ہے۔

شکل و شباهت | بیرم کا رنگ گورا، قد و قامت متوسط تھا
اعضاء متناسب تھے چہرہ پر جو انحر دی اور

اور نیک نیتی کے نقوش نمایاں تھے چہرہ داڑھی سے مزین رہتا تھا
مذہب | تایخ بد اوئی میں لکھا ہے کہ بیرم کا عقیدہ تفضیل کی
طرف مائل تھا چنانچہ حافظ محمد امین سے جو بادشاہی اور خاندانی
خطیب تھے، کہا کرتا تھا کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ کے القاب میں
چند کلمے اور صحابہ سے زیادہ پڑھا کر دے

بیرم نے اپنی بربادی سے پہلے ایک علم اور مرصع پر حیم شہد
مقدس پر چڑھانے کو تیار کرایا تھا جس پر ایک کروڑ روپے کی
بھاری رقم صرف ہوتی تھی۔

قاسم ارسلان نے اس کی تایخ کہی ”علم امام ہشتم“ پر حیم پر مولانا
جامی علیہ الرحمۃ کی یہ غزل لکھی ہوئی تھی۔

سلام علی آل طہ ولین سلام علی آل خیر النبیین
سلام علی روضۃ حل فیہا امام یمابہی بالملک الدین

امام بحق شاہ مطلق کہ آمد حرم درش قبلہ گاہ سلاطین
 شہ کاخ عرفاں گل باغ احساں دیوج امکاں مہ ہرج تمکین
 علی ابن موسی رضا کر خدائیش رضا شد نقب پور رضا پور شاہین
 لیکن بیرم اس علم اور پرچم کو اپنی تمنا کے موافق شہد مقدس نہ
 بھیج سکا۔ اور اس کے دوسرے مال و اسباب کے ساتھ یہ بھی ضبط
 ہو کر خیر خواہان اکبر کے ذریعہ خزانہ میں داخل ہو گیا۔
 ملا صاحب جو مذہب کے معاملہ میں نہایت سخت ہیں اور ذرا سی
 لغزش یا پراعتراضات اور نکتہ جینیوں کی بارش کر دیتے ہیں۔ بلکہ
 اپنی سخت گیری کے باعث کسی کو بھلائی سے یاد نہیں کرتے۔ اپنی
 تاریخ میں بیرم کے متعلق لکھتے ہیں کہ بیرم نہایت رقیق القلب تھا
 اکابر مشائخ کی باتوں پر اعتقاد رکھتا تھا۔ اس کی مجلس قال اللہ
 قال الرسول کے نعروں سے گونجتی رہتی تھی ۱۷ ذرا سی معرفت
 کے نکتہ پر اسکی آنکھیں پُر آب ہو جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ سیکری
 میں کسی عزت نشین درویش کی زیارت کو گیا۔ ایک شخص نے
 شاہ صاحب سے سوال کیا کہ تَعَزُّ مَن تَشَاءُ وَتَذِلُّ مَن تَشَاءُ کا
 کیا مطلب ہے۔ شاہ صاحب تفسیر سے واقف نہ تھے خاموش رہے

بیرم نے کہا و تعز من تشاء بالقناعت و تذلل من تشاء بالسوال
 بہر حال بیرم ہسنی ہو یا تفصیلہ تھا نہایت بے تعصب صاف
 دل آدمی، باوجود اس قدر جاہ و حشم اور اختیار و اقتدار کے اس نے
 کبھی اعتدال کے دائرہ سے قدم نہیں نکالا شیعہ ہسنی کو ہمیشہ ایک
 نظر سے دیکھا۔ دونوں فرقوں کے ساتھ اس نے وہ برتاؤ کیا کہ مورخ
 اس پر شیعہ ہونے کا گمان نہ کر سکے جب کوئی سنی حاجت مند بن کر
 اس کے پاس جاتا تو وہ ایسی مہربانی اور اخلاق سے پیش آتا اور اسکے
 حال پر اس قدر توجہ کرتا کہ ہسنی امراء کبھی اتنی توجہ نہ کر سکتے۔

مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوری جنگو ہمایوں و شیر شاہ
 دونوں کے عہد میں عزت و امتیاز حاصل رہا۔ اکبر کے زمانہ سلطنت میں
 ایک مصیبت میں گرفتار ہو گئے اکبر نے جو وقت ہیو پر لشکر کشی کی تو
 سکندر خان افغان موقعہ پا کر پہاڑوں سے نکلا اور علاقہ سے روپیہ
 وصول کرنے لگا۔ حاجی محمد خان سیتانی کو جو حاکم لاہور تھا اطلاع
 ملی کہ سکندر خان مخدوم الملک کے اشارے سے بکلا ہے تو اس نے
 مخدوم الملک سے روپیہ وصول کرنے کی غرض سے یہ ترکیب کی کہ
 اس کو گرفتار کر کے شنگجہ میں کس دیا اور آدھا زمین میں گاڑ دیا اس طرح

حاجی محمد خان مخدوم الملک سے انکا سالہا سال کا اندوختہ ذرا سی دیر
 میں حاصل کر لیا۔ بیرم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ بہت غضبناک
 ہوا اور فتح کے بعد بادشاہ کے ہمراہ جب لاہور آیا تو حاجی محمد خان
 کے وکیل کو مخدوم الملک کی خدمت میں بھیجا کہ معافی مانگے اسکے
 علاوہ علاقہ مان کوٹ میں ایک لاکھ بیگہ جاگیر عطا کی اور اختیارات
 پہلے سے بھی زیادہ کر دئے۔ اس واقعہ سے جہاں بیرم کی تدبیر اور
 دانشمندی کا اظہار ہوتا ہے وہاں اسکی بے تعصبی اور رواداری
 کا ہی نہایت اچھا ثبوت ملتا ہے

بیرم صوم و صلوة کا بھی بہت پابند تھا۔ اسکی نماز جمعہ اور
 جماعت فوت نہیں ہوئی تھی ۱۵

عادات و خصائل | بیرم خان نہایت رعیت نواز اور
 پرہیزگار انسان تھا۔ اہل علم کی صحبت
 پسند کرتا تھا۔ فن موسیقی سے بے انتہا گرویدگی تھی۔ سازندے
 ہمیشہ اس کی مجلس میں حاضر رہتے تھے ۱۶ نہایت خلیق، ملنسار
 اور خاکسار تھا بلکہ ان اوصاف میں سب سے ممتاز تھا۔ چنانچہ وہ
 خود اس طرح اپنی خاکساری کا اظہار کرتا ہے۔

۱۵ منتخب التواریخ صفحہ ۱۳۶ ۱۶ تاریخ فرشتہ جلد اول

اگر از تو پرسند تعظیم بیرم بگوشل او خاکسارے ندام
سخاوت و دانشمندی میں اسے مخصوص امتیاز حاصل تھا آدابِ محل
سے خوب واقف تھا۔ زیب و زینت کا خوگر تھا ۱۵

غیرتِ مردانہ کا اسکے دل میں یہ ولولہ تھا کہ جب میدانِ جنگ میں
جانے کی غرض سے ہتھیار لگاتا تو دستار کا سراپا تھ مین اٹھا کر کتنا
الہی فتح یا شہادت! بدہ کے روز ہمیشہ شہادت کے ارادے
سے حجامت بنو اتنا اور غسل کرتا۔ اس کے معمولات میں داخل تھا
اس نعمت کے لئے خود ہی ہمیشہ دعا کرتا تھا اور اہل اللہ سے بھی
دعا کی استدعا کیا کرتا تھا غرض بیرم کا وجود مکارمِ اخلاق
اور پاکیزگیِ عادات و خصائل کا ایسا دلکش مرقع ہے کہ اسکے
نقش و نگار پر انگشتِ نہائی کی جرات نہیں ہوتی۔ تاریخ کی جس قدر
کتابیں آپ اٹھا کر دیکھیں گے کوئی تاریخ ایسی نہوگی جس نے بیرم کے
حق میں برائی کے ساتھ لب کشائی کی ہو۔ تمام نئے اور پرانے
مؤرخ اسکی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

استعداد اور مشاغلِ علمی | بیرم خان کی علمی قابلیت کے متعلق
صرف اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ علوم معمولی سے کم و بیش بہرہ یاب تھا

۱۵ تاریخ فرشتہ جلد اول

فارسی اور ترکی تو گویا اس کی مادری زبانیں تھیں۔ شعر خوب سمجھتا تھا اور اس فن سے اسکو خاص مناسبت تھی۔ وہ خود بھی شاعر تھا۔ فارسی اور ترکی زبان میں اس کے مکمل دیوان موجود ہیں، اکثر استادوں کے کلام پر بیرم نے ایسی اصلاحیں کی ہیں کہ ارباب سخن نے ان کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ اہل بیت کے مناقب میں اکثر قصائد نظم کئے ہیں۔

بیرم اہل علم کے ساتھ نہایت مہربانی کا سلوک کرتا تھا اور انکی صحبت کو عزیز رکھتا تھا۔ علماء و فضلا دور دور سے اسکی علم دوستی کا شہرہ سنکر اسکی بارگاہ میں آتے اور فائز المرام ہوتے تھے اسکی بارگاہ ارباب فضل و کمال کا قبلہ مقصود تھی۔

شاعری کے علاوہ بیرم فن موسیقی سے بھی واقف تھا تنہائی کے وقت خود بھی گایا کرتا تھا۔ حقیقتاً ہی فن اس کی ترقی کا باعث ہوا کیونکہ شروع میں جب وہ نوجوان شاہزادہ کی خدمت میں آیا ہے تو اس نے شاہزادہ کو اپنے حسن اخلاق موزونی طبع، اور ہمارت موسیقی ہی سے اپنی طرف متوجہ کیا ہے، اگرچہ بعد کو اسکی فطری شجاعت، طبعی بسالت، اور جوہر و فاداری نے اُسے زمین

سے آسان پر ہونچا دیا لیکن ابتدائی ترقی موسیقی کی رہیں منت
 ضرور ہے، تربیت و آداب شاہی میں بیرم کو کمال حاصل تھا لہ
 ظرافت و شگفتگی مزاج | فہمی قزوینی جو خاندان وزارت
 سے تھا اور اکبر کی مح میں کثر قصائد
 کہا کرتا تھا نہایت بے تکلف اور آزاد آدمی تھا۔ فہمی کا رنگ سُرخ
 اور آنکھیں کیری تھیں۔ ایک جلسہ میں بیرم نے اسکو دیکھ کر کہا۔
 ”مرزا خرمہرہ چرا بر روی دوحہ“

مرزانے فوراً جواب دیا۔ ”برائے چشم زخم،“ خان خاناں اس
 جواب سے بہت محظوظ ہوا اور ایک ہزار روپیہ، خلعت، گھوڑا
 انعام میں دیا۔ نیز ایک لاکھ کی جاگیر فہمی کو مرحمت فرمائی
 ایک مرتبہ ہالیوں جانپا نیر کے قلعہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا قلعہ
 کا محل وقوع کچھ ایسا تھا کہ اس کا فتح ہونا آسان کام نہ تھا ہالیوں
 نے حکمتِ علی سے اس قلعہ کا چور راستہ معلوم کر لیا اور بہت سی
 فولادی و چوبی میخیں بنوائیں۔ ایک روز رات کے وقت چور
 راستہ کی طرف پہاڑ اور قلعہ کی دیوار میں یہ میخیں نصب کرائیں
 تاکہ ان میں رسی ڈال کر بہاروں کو اوپر چڑھایا جائے چنانچہ ۳۹

آدمی اس صورت سے قلعہ پر چڑھ گئے، ایک رسی کی گرہ پر ہایوں نے قدم رکھا تاکہ اوپر چڑھے، بیرم نے اُسے بڑھ کر کہا ذرا ٹھہرے! مین اس پر زور دیکر دیکھ لوں کہ مضبوط بھی ہے؟ ہایوں پیچھے ہٹا، بیرم نے حلقہ مین پیر رکھا اور نہایت جستی کے ساتھ قلعہ کی دیوار پر پہنچ گیا۔ اگرچہ اس کے بعد ہایوں بھی دیوار پر چڑھ گیا لیکن بیرم کی ظرافت دیکھئے کہ اس موقع پر بھی طبعی شگفتگی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ شجاعت کی شجاعت، وفاداری کی وفاداری اور پھر ظرافت کا لطف ہی۔

رات کا وقت تھا دربار خاص مین ہایوں شاہ بیرم سے کچھ گفتگو کر رہا تھا، رات زیادہ آچکی تھی، میند کا غلبہ ہوا اور بیرم کی آنکھیں جھپک گئیں، بادشاہ کی نظر بھی پڑ گئی، فرمایا۔ بیرم من بشا سیگویم و شما خواب می کیند!

بیرم نے بوجہ کہا۔ قربانت شوم از بزرگان شنیدہ ام کہ در مقام حفاظت سے چیز واجب است (۱) در حضرت بادشاہان حفظ چشم (۲) در خدمت درویشان نگہداری دل (۳) در پیش علمایا پاسبانی زبان۔ و زوالت حضور صفات سے گانہ جمع بینم فکر میکنم، کدام کدام نشان

اکبر نامہ کشوری جلد اول صفحہ ۱۵۲ و آثار رحیمی صفحہ ۵۳۲

را نگہدارم لے

ترجمہ لکھا۔ میں آپ پر قربان جاؤں، بزرگوں سے سنا گیا ہے کہ تین جگہ تین چیزوں کی حفاظت ضروری ہے بادشاہوں کے سامنے آنکھ کی، فقیروں کی مجلس میں دل کی، علماء کی حضور ہی میں زبان کی اور جناب میں تینوں اوصاف موجود ہیں۔ میں اس خیال میں ہوں کہ کس کس کی دیکھ بھال کروں۔

بادشاہ اس جواب سے بہت مسرور ہوا

بیرم جب ہمایون کے ساتھ ایران پہنچا تو شاہ ایران کو اس نے اپنی پر لطف باتوں کا اس قدر گرویدہ کر لیا تھا کہ شاہ اکثر بیرم کو بلا بھیجتا تھا۔ اور اس کے شعر و سخن، لطائف و ظرائف سے بہت خوش ہوتا تھا۔

ضبط و تحمل | بیرم کا آفتاب اقبال نصف النہار پر چمک رہا تھا دربار لگا ہوا تھا۔ ایک سادہ لوح سید کسی بات

پر بیرم سے خوش ہوئے اور کھڑے ہو کر فرمانے لگے، نواب کی حصول شہادت کے لئے سب حضرات فاتحہ خوانی کریں اور دعا

۵۱ مائرا لامراء صفحہ ۳۸۲ و منتخب التواریخ صفحہ ۳۳۰

فرمائیں۔ اہل دربار تحیر ہو کر سید کا منہ تکتے لگے لیکن بیرم کی
 عالی حوصلگی اور اس کا ضبط و تحمل دیکھو کہ اس نے مسکرا کر کہا
 جناب سید! باین اضطراب غم خواری نہ کیند شہادت عین
 تمنا است مگر نہ باین زودی۔

سجاول | بیرم نہایت سخی اور کشادہ دل انسان تھا اس کا
 ہاتھ ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ تنگ دلی اس کی طبیعت میں نام کو نہ تھی
 ہاشم قندھاری کو صرف ایک غزل پر ایک لاکھ تنگہ اس نے
 بخش دیا تھا۔

ایک مرتبہ رام داس لکھنوی نے جو سلیم شاہ کا گویا تھا اور
 موسیقی میں اپنے وقت کا تان سین تھا بیرم کے دربار میں آ کر
 اپنے فن کا کمال دکھایا تو بیرم نے ایک لاکھ تنگہ اس کو انعام دیا
 رام داس کا گانا بیرم کو بہت پسند تھا بیرم اس کو نہایت عزیز
 رکھتا تھا، رام داس خلوت و جلوت میں اس کا ہمدم تھا جب وہ گاتا
 تھا تو بیرم آبدیدہ ہو جاتا تھا۔ ایک جلسہ میں نفوذ جنس غرض جو
 اسباب تھا سب رام داس کو دیکر خود الگ کھڑا ہو گیا۔
 اسی طرح حجاز خان بدواؤنی کو ایک قصیدے کے صلے میں

۵۰ ماثر الامراء صفحہ ۳۸۰ و ۳۸۱ ۵۰ خزائن عامرہ صفحہ ۴۵۹

۵۰ خزائن عامرہ صفحہ ۴۵۹ و دربار اکبری صفحہ ۱۹۳

جو حجاز خان نے اس کی وجہ میں کہا تھا ایک لاکھ تنگہ نقد انعام دیا اور تمام سرکار سرہند کا امین کر کے اسکو اس صوبہ پر نامزد کر دیا۔
حجاز خان کے فقیدے کا مطلع یہ ہے۔
چون ہرہ نگین ساشد فرد آب پیر کار خاتمش بزین داد لعل تاب
رام داس لکھنوی کا واقعہ مولانا آزاد نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

”خان خانان برہم ہمن طور باد جو د آنگہ زریہیج“

”نداشت یک لک تنگہ برام داس لکھنوی کہ از“

”مطربان سلیم شاہی بود و در وادی سرد و اورا“

”شانی تان سین تو اس گفت، در یک مجلس بخشیدہ“

برہم کی ذاتی حیثیت اور اسکے مرتبہ کی بلندی کو دیکھتے ہوئے
”زریہیج نہاشت“ کا جملہ اس کے بے انتہا غنی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

ماثر الامراء میں لکھا ہے کہ تیس ہزار شریف، شمشیر زن اس کے
دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے اور پچیس نہایت لائق و مدبر امیر اسکے
سلک ملازمت میں داخل تھے جو اس کے فیض خدمت سے پنہجری

منصب پر فائز اور صاحبِ طبل و علم ہوئے ۱۵
واقعہ یہ ہے کہ بیرم خاں فضل و کمال صلاح و تقویٰ - ہمت و کرم
کے اعتبار سے نہایت ممتاز تھا۔ مدبر و شجاع کارواں اور قوی
دل تھا ۱۵

شاعری | بیرم خاں کو فنِ شعر میں نہایت اچھی دستگاہ حاصل
تھی۔ مولانا آزاد بلگرامی لکھتے ہیں۔

بیرم خاں در شعر سلیقہ مناسب داشت ۱۵

لیکن باوجود اس کے کہ بیرم صاحبِ دیوان تھا فارسی اور ترکی زبان میں
اس کے دیوان موجود تھے کسی مورخ یا تذکرہ نویس نے اس کے کلام کا
انتخاب و جمع نہیں کیا۔ تاریخ کی کتابوں میں اس کے خاص خاص اشعار مذکور
ہیں۔ اسی طرح تذکروں میں کتبِ تاریخ سے یہ تو ثابت ہے کہ بیرم صاحب
دیوان تھا مگر اس کا کلام کیاب ہے میں نے بیرم کے سوانح حیات
جمع کرنے کے سلسلہ میں اکثر کتبِ تاریخ پر نظر ڈالی لیکن بیرم کا کلام بہت کم
مقدار میں دستیاب ہوا میں تلاش و جستجو میں مصروف تھا کہ میں نے
منتخب البلباب مطبوعہ کلکتہ کے ٹائٹل پر دیوان بیرم کا اشتہار دیکھا
جس کو بنگال ایشیاٹک سوسائٹی نے شایع کیا ہے۔ میں نے ایشیاٹک

سوسائٹی کو خط لکھ کر دیوان منگایا اور میری مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب بیرم کا فارسی اور ترکی دیوان مجھے دی۔ پی کے ذریعے سے حاصل ہو گیا۔

یہ فارسی و ترکی دیوان ایک ہی جگہ شایع ہوا ہے ۹۱ صفحات اسکی ضخامت ہے پہلے فارسی کلام درج ہے جس میں حمد، منقبت عاشقانہ کلام، فردیات، رباعیات، غرض سب ہی کچھ ہے اور یہ سلسلہ پچاس صفحات کو محیط ہے۔ اسکے بعد ترکی دیوان شروع ہوتا ہے دیوان کے آخری حصہ پر جہان ترکی دیوان ختم ہوا ہے، یہ عبارت مرقوم ہے۔

نعت برسم کتابخانہ نواب نادر عالم مدار، خورشید اشتہار خان خانان مرزا خان بہادر سپہ سالار ابن نواب مرحوم مغفور خان خانان محمد بیرم خان بہادر، شرف تمام یافت، در پر گنہ جالانہ پورتا ریخ ہفتم شہر شوال ۱۲۸۵ھ۔ کتبہ کترین غلامان با خلاص بہبود کاتب غفر و نوبہ دستر عیوبہ۔

خدا دایم ازان دل بارضا باد

کہ کاتب را کند با فاتحہ یاد

بد قسمتی سے میں ترکی زبان نہیں جانتا ورنہ بیرم کے ترکی دیوان سے

حظ اندوز ہوتا اور چونکہ عام طور پر ناظرین ہی اس زبان سے
 نا آشنا ہونگے اسلئے ترکی دیوان کا اقتباس کوئی فائدہ نہیں رکھتا
 البتہ فارسی دیوان کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے جو اُمید ہے کہ دلچسپی
 سے پڑھا جائیگا۔

شیخ عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں کہ آج (عہد اکبری) میں بیرم کے
 دیوان لوگوں کی زبانوں اور ہاتھوں پر روان ہیں لیکن افسوس
 ہے ہمارے زمانہ میں اگر کلکتہ کا یہ مطبوعہ دیوان موجود نہ ہو تو
 بیرم کا بیع کلام دستیاب نہیں ہو سکتا۔

سورخ مذکور کا بیان ہے کہ بیرم کے دیوان کی پیشانی پر محوی کی
 یہ رباعی لکھی ہوئی ہے۔

از کون و مکان نخست آثار نبود کا شیبا ہمہ از دو حرف شد موجود
 آمد چو ہمین دو حرف مفتاح وجود شد مطلع دیباچہ دیوان شہود
 لیکن سوسائٹی کے مطبوعہ دیوان میں یہ رباعی کسی مقام پر بھی
 درج نہیں ہے اس دیوان کی ابتدا اس قصیدے سے ہوئی ہے،

شہے کہ بگذرد از نہ سپہرا فسر آد
 اگر غلام علی نیست خاک بر سر آد
 اس مطلع کے متعلق مولانا غلام علی آزاد لکھتے ہیں۔

اگر من در عہد بیرم خان مے بودم این مطلع را کہ
بنام من مناسب افتادہ بعوض نقد جان

انفیکر بیرم علی

یہ قصیدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں ہے اس کے بعض
اشعار تاریخ فرشتہ میں بھی ملتے ہیں۔ کلام کا انتخاب کرنے سے قبل
میں مناسب سمجھتا ہوں کہ بیرم کی ایک حمد درج کر دوں جو اس کے
دیوان (مطبوعہ کلکتہ) کے صفحہ ۲۳ پر تحریر ہے۔

ذات تو کہ در کنہ کمالش نہ رسد کس
از وصف مبرا ست تعالیٰ و تقدس

ذکر ہمہ تعظیم تو واسم تو اعظم
فکر ہمہ تقدیس تو ذوات تو اقدس

نے واقف انوار تو اشباح مطہر
نے کاشف اسرار تو ارجح مقدس

لطف دکر مت دادہ بدرویش و تو انگر

گہ فرقہ پیشینہ بگے جبہ اطلس

نفسے کہ برائے تو کند ترک نفاس

او در ہمہ آفاق زانفس بودانفس

(ملہ خزائن عامرہ صفحہ ۴۵۹)

از حسن دلا رانی تو درناز نیازا ند
 پیران کهن پوشش و جوانان بلبس
 آن لحظہ کہ از دم مہ روز قیامت
 گردند خلائق بدے اکہم و اخس

فریاد کنان جملہ سراز پانہ شناسند
 از لطف بہ فریاد من بے سرو پا رس
 چوں بیرم دل سوختہ را جز تو کہ نیست
 رحمی بمن سوختہ بیدل و بیکس
 یہ صہجو ایک حیثیت سے مناجات ہی ہے کس درجہ جوش،
 روانی، اور جذباتِ عبودیت، نیز خلوصِ نیت کی حامل ہے اسکا
 اندازہ کچھ دہی قلوب کر سکتے ہین جو تجلیاتِ الہی سے روشن ہون،
 دیوانِ بیرم کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے منقبت اور مدحیہ قصائد ہین
 پھر غزلیات اس کے بعد فرویات، مقطعات، اور رباعیات، اسی
 ترتیب سے انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

قصائد | دیوان میں منقبت، اور مدحیہ ملا کر کل چہ قصیدے ہین
 جو ۱۲۰۳ اشعار پر مشتمل ہین، پہلا قصیدہ جو ۱۲۲ اشعار کا ہے،
 حضرت علیؑ کی منقبت میں ہے،

شہے کہ بگذرد از نہ سپر افسراو
 ولی والہی والا امیر عرش جناب
 بہ عمد ہیچ ہمیر کسے نہ بود کہ بود
 بخوان لحدک لخمی ز شہد قولِ سول
 ز تاب تشنگی حشر خلق را چہ ضرر
 سموم قہر تو بر ہر قبیلہ کہ گذشت
 شمیم جعد تو گر بگذرد بکشور چین
 خوش آن زماں کہ شود تو نیا دیدہ من
 شہا غلام تو بیرم کہ از عنایت نشت
 ولے بخاک جناب تو رختے خوشین سو
 ز ہجر خاک درت حال ابر دارد
 امیدوار چنانم کہ از کمال کرم
 (۲) یہ قصیدہ امام ہشتم حضرت علی موسی رضا علیہ السلام کی منقبت
 میں ہے اس میں ۵۳ اشعار ہیں اور تقریباً تمام اشعار میں روانی،
 جوش، اور آمد کا ایک طوفان موجزن نظر آتا ہے، جس سے پتہ چلتا
 ہے کہ ہرم کو امام ہشتم سے خاص روحانی تعلق ہے زندگی میں
 ہی اس تعلق کا اظہار ہوتا رہا اور مرنے کے بعد بھی ہرم کی ہڈیاں

اگر غلام علی نیست خاک بر سراو
 کہ ہست خسرو خاور کینہہ چاکراو
 برادر و خسرو ابن عم ہمیراو
 حدیث طیر غذاے خوشیت خوراو
 اگر نصیب شود شمشیر نہ کوثر ااو
 ز قوم عباد خبر داد باد صر صراو
 ز رشک خاک شود نافہائے او خراو
 غبار خاک رہ مت ہمد منوراو
 کہ گشتہ سلطنت ظاہری میسراو
 اناں چہ سود کہ بر چرخ سود افسراو
 ز گردش فلک اختہر شنگراو
 نظر دریغ نہ داری ز حال ابتراو

مشهد مقدس پھونپائی گئیں جہاں حضرت علی موسیٰ رضا محوِ استراحت
چوں بر فراخت خسرو دینِ رایتِ ہدایت
اعلامِ کفر گشت نگوشتا رجا بجا

نہمود در بلا و فتن چہ لالہ گوں
بشکست در سوا و حبش قیر گوں لوا
در تہ فقا و چوں گس از تار عنکبوت
از چنگ باز صبح چو شد زاع شب رہا

چوں باز دار صبح فرو کو فت طبل زر
مرغا بیان شام رمیدند زان صدا
چوں تار زر کشید بہ قانونِ خویش مہر
در حالِ جنتِ زحل افتاد از نوا

نہمود مہر باید بیضا کلیم دار
فرعون گشت غرقِ بلی انہ طغیا
بگذشت لیل و براثر آں ضحیٰ رسید
یعنی کہ باشد از پتے و الیل و الضحیٰ

سلطان ملکِ رومِ زمشرق علم کشید
سالارِ خیلِ زنگ بمغرب گرفت جا

پیدا شد از افقِ علمِ سُرخِ آفتاب
چوں پرتوی ز رایتِ سلطانِ اولیا
منو و صبح کا یہ مرقعِ محاکات کی کتنی اچھی مثال ہے۔

شاہ ہے سپہر کو کبہٴ عرشِ منزلت
سلطانِ بوالحسن علی موسیٰ رضا
شاہی کہ در مقامِ صفا ہیمصطفیٰ است

بالانشین صدر نشینِ اصطفیٰ
صدرے کہ در جہانِ رضا مثل مرتضیٰ است
شاہِ سریرِ صفہٴ ایوانِ ارتضا

ماہی کہ بود روشنی چشمِ فاطمہ
شاہی کہ بود خرمی جانِ مصطفیٰ

اے ہر رازِ نورِ جمالِ تُو آفتباس
مے چرخ را بخاکِ جنابِ تُو التجا

اے فطرتِ تُو کاشفِ اسرارِ کشف
مے ہمتِ تُو فاتحِ ابوابِ لافتی

آں ظالمے کہ ظلمِ شمارا مباح داشت
واں موزیدی کہ ز ہر دوا داشت بر شما

عقد قبضہ ربود خدنگ تو از کجاک
 کرد از ہلال صورت پرویں شہاب حک
 بہر تو گوئی ہر مناید کدوئے زر
 بدر دہلال ہم کدوئے فقر ہم کجاک
 یک یک بتان پائے قبضہ جلوہ گر شدند
 اما بخوبی تو نبودند ایچ یک
 ایشان اگر صبح تو کان ملاحظہ
 در خان حسن چاشنی نیست چون نہ
 از دلہراں شریک داری بہ نیکوئی
 گفتن تو اں بحسن ترا لا شریک لک
 شکر خدا کہ خوش دلی از دولت پر
 شکر دگر کہ فارغی از کلفت عمک
 بیرم غلام تست بہر کشورے کہ ہست
 خواہی دمشق خواہ حلب خواہ بلبلک
 (۵) یہ قصیدہ غالباً ہمایوں کی مدح میں ہے اور اسی مفارقت کا
 قصیدے میں ذکر کیا گیا ہے، ممکن ہے یہ بھی قندہار کی پیدوار ہو
 زہے دوزلف تو غارت نامے کشور دیں

زہے دو چشم تو حیرت فزائے اہل یقیں
 نبغشہ سنبل زلف ترا کمینہ غلام
 غزالہ غمزہ چشم ترا غلام کیں
 حسن و جمال کی تعریف کرتے کرتے گریز کرتا ہے۔

بعرض حال توجہ کنم کہ مستغنیست
 عروس حسن و جالت ز زینت تحیں
 بنا قریب بسایت کز وصال تو دوم
 بریں شد است بخول ریز من سپہر بریں

ازاں زماں کہ قنادم زور گہ تو جدا
 باہ و نالہ انیسم برد و غصہ قرین
 مرا نہ خاطر خرم مرا نہ سینہ شاد
 مرا نہ روز قرار و نہ شب بود تکیں

وے بہ مذہب اہل وفا گنگارم
 کہ زندہ بے لب لعل تو ماندہ ام چندیں
 گناہ گارم و اُمید عفوے دارم
 بجرم بندہ چہ بینی بغف و خویش بہ ہیں

اگرچہ از غم دوری و درد ہجوری
 ندیدہ روئے تو جاں داد ہر میکس
 ز اہل درد دعاے بقائے حسن ترا

اجابت بآمین جب سہیل امیں

ہزار سال بہاں در کمال حسن و جمال
 برائے خرمی جان عاشقان آئیں
 (۶) یہ قصیدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں ہے اس
 میں دس شعر ہیں۔

جذبہ عشق میکشد سوئے تو ام زہر طرف
 محنت ہجر میکشد رحم کن لے شہ نجف

دردل مقبلان بود مہر تو ورنہ کے شود
 نام تو نقش ہر نگیں عشق تو در ہر صد

اختر برج حل اتی گو ہر دیر لافتنے
 شاہ سوار لو کشف گنج نثار من شرف

پیر فلک بہ عمر خود جستہ لے نیافتہ
 مادر امات را مثل تو دیگرے خلف

از رہ اعتقاد کن صرف رہ سگانِ اد
بیرم اگر نے عمر عزیز را آلف

غزلیات

دیوان میں ۳۸ غزلیں ہیں جو ردیف دار بھی گئی ہیں
بیرم کا طرز غزل گوئی وہی ہے جو اس عہد کے شعراء کا تھا۔ عاشقانہ
کلام میں اس کے بعض اشعار نہایت چر کیف ہیں، بیوفائی، فلک، بے
سروسامانی، مضمون آفرینی، اظہار وفاداری، خوئے رضا، خاکساری
وغیرہ کے متعلق ہی اشعار ملتے ہیں، بیرم کا انداز تغزل دلچسپ، پر لطف،
اور موثر ہے ضرورت تھی کہ اسکے کلام کا موازنہ ہم عہد شعراء کے کلام سے کیا
جاتا لیکن یہ بات ایسی ہو گی جس کے لئے کتاب کے بہت سے صفحات
درکار ہونگے۔ اسلئے صرف انتخاب ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

تاسر ویدنا ز کئے آن نہال را از سر نہاد و غدغہ اعتدال را
چون خود مثال آہوے جشی ویدہ ام با خود چگونہ رام کنم آن غزال را
ہر بیدے کہ محنت شام فراق دید دانست قدر نعمت صبح وصال را

بیرم بگو کہ صورت حال مقال تو
در قید قیل و قال کشد اہل حال را

بازار شما با دگراں گرم و یسکن چون بندہ خریدار دگر نیست شمارا
بیار جفا بردل بیرم نہ پسندید چون یار و فادار دگر نیست شمارا

ہیخانہ کہ جائے طرب افزائے لطیفے است
خوش جائے لطیفے است عجب جائے لطیفے است
آرام نہ گیرد دل میخوارہ بجائے
زین گوئہ کہ ہر جانب جائے لطیفے است
صحرائے دلم جلوہ گاہ لالہ رخاں شد
از بہر تماشائے تو صحرائے لطیفے است
بر بود تماشائے لطیفے دل مارا
بیرم دل مارا چہ تماشائے لطیفے است

پیرہن نازک و از دے بدنش نازک تر
نازکمی بدن از پیرہنش معلوم است
گرچہ طوطی شدہ مشہور بہ شیرین سخنی
با وجود لب شکر شگفتش معلوم است

چوں نسبت محبت مابی نہایت است
 اندک حکایتی که شنیدی ز ما مرتخ
 زین عیش نیست تاب صبوری خدایا
 یا خون من بریزد هین لحظه یا مرتخ

ماہے چو عارض تو منور نمے شود
 سر دے بہ قامت تو برابر نمے شود
 ناچار خوب محنت ہجران گرفتہ ایم
 چون دولت وصال میسر نمے شود
 کلب قضا رقم زدہ در حبیب حال من
 ہر نقش آرزو کہ مصور نمے شود
 بیرم بدہ رضا بقضائے کہ رفتہ است
 چون کار با خلافت مقدر نمے شود

گرد آن کا کل اگر باد صبا مے گہرود
 سبب تفرقہ خاطر مے گہرود
 بیرم از کاگلش آویختہ موئے بخیاں

ہمہ جاسایہ مثالش ز قفا مے گمرد

حلوائے خوان چرب ز بانان ہندرا
 این قند پاریسی ز سوتے قند ہار بر
 از روئے درد شرح غمے کردہ ام حتم
 حرف دونی ز خامسہ من یاد نگاہ بر
 بیرم زباغ چرخ مجو بیوۂ مراد
 چون کس نخورد از فلک بے مدار بر

سودا زدہ و بے سرو سامان شدہ ام باز
 آشفته و بد حال و پریشان شدہ ام باز
 نایافتہ از شادی وصل تو حضوری
 درد اکہ اسیر غم ہجراں شدہ ام باز
 بیرم سرو سامان مطلب از من مجنون
 کز عشق بتے بے سرو سامان شدہ ام باز

اے ہمہ فتنہ دوران ز قدم تما کا کل

لیک در فتنہ گری از ہمہ بالا کا کل

کشورِ جان مرا تاختہ پنهان قامت

راز پنهان مرا ساحتہ پیداکا کل

صد گرہ در دل ازان کا کل بیجا دارم

نہ کشاید دل من تا نہ کند واکا کل

گہ شود بر سر من باعثِ غوغا قامت

گہ بود در دل من مایہ سودا کا کل

در دل خیال ناوک دل دوز آن نہال

منزل گرفته ہم چو الف در میانِ دال

سروے چون تو ز گلشن ایام برنخاست

از فرق تا قدم ہمہ در حدِ اعتدال

گر ببارم شعلہ از دل دہان مے سوزدم

در نہان دارم درونِ سینہ جاں میسوزدم

از وجودم ماندہ مشت استخوانی مہنوز

داغِ ہجران تو مغزِ استخوان میسوزدم

بیرا آن بلبل بے خان و مانم در فراق
کز دل پر سوز ہر شب آسشیان میوز دم

پیش آئے کہ قربان سراپاے تو گر دم
بگذار کہ گرد قد و بالائے تو گر دم
مفتون لب لعل شکر خائے تو ہاشم
مجنوں سر زلف سمن سائے تو گر دم
گردے شوم وزیر قدم ہائے تو رفتم
ہر جا کہ روی خاک کف پائے تو گر دم
بینم رخ زیبائے تو ز آئینہ عالم
ہر سو کہ بگردم بہ تماشاے تو گر دم

پیوستہ در کند بلائے تو ام اسیر
تا بودہ ام اسیر بلائے تو بودہ ام
ہر سو کہ رفتہ ام بہوائے تو رفتہ ام
ہر جا کہ بودہ ام برضاے تو بودہ ام
ہر گز خلاف رائے تو کارے نہ کردہ ام

تا بودہ ام موافقِ رائے تو بودہ ام

اگر از تو پرسند تعظیمِ بیستم بگو مثلِ ادخا کسارے ندارم
 فردائے قیامت کہ سراز خاک ببارم چون لاله بدلِ داغ تمنائے تو دارم
 گفتم ز چہ پردائے من نار نہ داری در خندہ شد و گفت چہ پروا تو دارم
 از سرو ضو بر نہ کنشاید دلِ بیرام نان رو کہ ہوائے قدبالائے تو دارم

بروے او گناہ ہے جز نگاہِ خود نے داغِ
 غمی داغِ چہ بد کردم گناہِ خود نے داغِ
 امیدم از تو بیااست شاہِ من چو میدانی
 کہ جز خاکِ درت امید گاہِ خود غمی داغِ

در سایہ شب جمع شود پر تو خورشید
 ہر گہ شود از کاکلِ اوتار پریشان
 کم نیست پریشانم از جانِ گرفتار
 بسیار گرفتارم دبیا ز پریشان
 تا چند پریشانی گفتارِ تو بیستم

خوش نیست ترا این ہمہ گفتار پریشان

خوشید را زوال بود در حد کمال
 خوشید بے زوال توئی در کمالِ حسن
 بیرم مکن تخیلِ فرزانگی دگر
 دیوانگی خوش است چو کردی خیالِ حسن

بیرم کہ چشم خویش بہ یکنائی تو دوخت
 اذ دل کشید رشتہ جان بہر دوختن

بگو تر حرمش گر شود حوالہ من
 نہ سوز سینه چو بیرم سخن کند پید است
 بچشم خویش کتم فکر آب و دانہ او
 نشان دلاغ دل از حرف عاشقانہ او

رسیدہ است بے مرادیم ز رقیب
 اگر دے مرادے رسیدہ ام از تو
 ز بزم عیش و فراغت رسیدہ چوں بیرم
 بکنج محنت و غم آ رسیدہ ام از تو

من کیستم غنانِ دل از دست داده
از دست دل براہِ غم از پافتاده

دیوانہ وار در کمر و کوه گشتہ
بے اختیار سر بہ بیابان ہنسا دہ

ہم چشم جان بصورت جانان کثودہ
ہم خون دل ز دیدہ گریاں کشادہ

نادیدہ غیر دیدہ غم دیدہ ساغرے
ناخورده بعد خون دل ریشنا دہ

گاہے چو شمع ز آتش دل در گرفتہ

گہ چون فیتلہ در دل آتش فتادہ

ہم خار ہا بدیدہ پُر خون شکستہ

ہم داغما بسینہ محزون ہنسا دہ

بیرم ز فکر اندک و بسیار فارغیم

ہرگز نہ گفتہ ایم کے یا زیادہ

اس غزل کو تذکرہ نویسوں نے ہاشم قند ہاری کے تلج وماغ

مین شمار کیا ہے، چنانچہ تاریخ بداونی کے حوالہ سے مولانا آزاد

بلگرامی نے خزانہ عامرہ کے صفحہ ۴۵۸ پر ہاشم قند ہاری کے

تذکرہ میں ایک واقعہ لکھا ہے جس سے ظاہر میں نگاہیں بیرم کے اخلاق پر الزام قائم کر سکتی ہیں۔ ہم پہلے یہ واقعہ نقل کرتے ہیں۔ پھر اس پر مختصر تبصرہ کریں گے۔

ہاشم قندہاری بیرم کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ بد اوئی میں مرقوم ہے کہ بیرم نے ہاشم کی ایک غزل اپنے نام سے مشہور کر دی اور اس کے معاوضہ میں اس کو ساٹھ ہزار تنکہ نقد دیکر کہا کہ اتنا معاوضہ کافی ہے؟ ہاشم نے فوراً جواب دیا ساتھ ”کم“، ہیں بیرم نے ۴۰ ہزار تنکہ کا اضافہ کر کے پورے ایک لاکھ کر دئے۔

ہاشم کا جواب حقیقتاً ایک علمی لطیفہ ہے ”کم“، کے عدد نکالے جائیں تو ساٹھ ہوتے ہیں اور یہی رقم ہاشم کو مرحمت ہوئی تھی گویا انعام کی صحیح تعداد بھی جواب میں آگئی اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ عطیہ کم ہے، بیرم کا ہاشم کو ایک لاکھ تنکہ دیکر ایسی غزل اپنے نام سے منسوب کرنا جس سے بہتر نہیں تو کم از کم اسی پایہ کی غزل وہ خود کہہ سکتا تھا میری رائے میں حوصلہ عطا کی نمائش کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

بیرم خود ایک نغز گو شاعر تھا اس قسم کی غزل وہ بھی کہہ سکتا تھا، جس شخص نے فارسی و ترکی میں مکمل دیوان لکھے ہوں
۱۵ خزائن عامہ صفحہ ۵۸

اور نہایت بلیغ قصائد نظم کئے ہوں کیا وہ ایسی غزل نہیں کہہ سکتا جو تغزل کے اعتبار سے کسی خاص جدت خیال اور ندرت بیان کی حامل نہیں ہے۔ لیکن جہاں دست کرم دامن طلب کا صرف بہانہ ہی ڈھونڈتا ہو وہاں یہی ہوتا ہے کہ ذرا سے اشارے پر معمولی سی طلب پر ابر کرم برس پڑتا ہے۔

ہاشم، بیرم کے دامن دولت سے وابستہ تھا اگر واقعی بیرم اس غزل کو اپنے نام سے مشہور کرانے کا متمنی تھا تو وہ یہ انتظام بھی کر سکتا تھا کہ اس واقعہ کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ کیونکہ ایک لاکھ تنکہ دیکر جو غزل خریدی گئی تھی وہ اب بھی ہاشم کے نام سے منسوب ہے۔ ایسے غیر معمولی دل و دماغ کے انسان سے جو آئین ملک داری و جہان بینی کا پتلہ ہو۔ کیا ایسی تدبیر وضع نہ ہو سکتی تھی کہ غزل ہاشم کی جگہ اُسی کے نام سے مشہور مگر اس عالی حوصلہ ہستی کو یہ بات مطلوب ہی نہ تھی اس کو تو سخاوت کا ایک تاشہ دکھانا تھا جس کے لئے صرف حیلہ کی تلاش تھی۔

بیرم شاعر بھی تھا اور خود دار بھی، اسکی خود داری سے یہ امید نہیں کہ وہ دوسرے شخص کے جو ہر افکار پر دست تپا دل دراز کرے، بیرم اشعار متعارف کو نہایت ذلت و حقارت کی نظر

سے دیکھتا ہے بلکہ دوسرے شعرا کے پر محض اس لئے اعتراض کرتا ہے کہ وہ مستعار اشعار سے شہرت و ناموری حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں، چنانچہ اپنے ایک زبردست قصیدے میں جو ہایون کی مدح میں نظم کیا گیا ہے فخریہ لہجہ میں کہتا ہے۔

امروز شاعران دگر از کمالِ جد
از شعر مستعار نمدارند ننگ و عار

اشعار بندہ چون دگران مستعاریت

دارم ہزار عارنا شعرا مستعار

یہ قصیدہ عہد ہایون میں لکھا گیا ہے جب بیرم کی شاعری اوسکی عمر کے اعتبار سے تقریباً ”بچہ“ تھی اور ہاشم قندھاری والا معاملہ عہد اکبری میں پیش آیا ہے۔ اسوقت بیرم اگرچہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ مگر اس کی شاعری جو ان تھی پھر جس شخص نے اپنی شاعری کے لڑکپن میں استعارہ اشعار کو ننگ گفتا سمجھا ہو وہ شاعری کے شباب میں اس لقمہ حرام کو کس طرح نگل سکتا ہے؟

انسان کا قلب و ارادات و حوادث کا آئینہ ہوتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ آئینہ وقوع میں آنے والی مصیبتوں کا اثر پہلے ہی سے قلب پر ہو جاتا ہے اس عالم میں اس قسم کے تذکرے اور اشعار جو

یہ غزل بیرم کی بربادی سے کچھ ہی قبل کہی گئی ہے اسلئے ممکن ہے کہ جس وقت ہاشم نے بیرم کو یہ غزل سنائی ہو تو اسلئے دلیر آئندہ پیش آنے والے مصائب کا اثر ہو چکا ہو اور اس نے غزل کو اپنے موافق حال سمجھ کر ہاشم پر یہ نوازش فرمائی ہو اور ہاشم نے بار احسان سے دیکر اس میں بیرم کا تخلص نظم کر دیا ہو یا بیرم نے خود اس خیال سے کہ یہ مصائب اسی کے نام سے متعلق رہیں ہاشم سے خواہش کی کہ اس کا تخلص نظم کر دیا جائے، چونکہ جس سال کا یہ واقعہ ہے اسی سال بیرم پر دوبارہ سخت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے اور اس پر غزل کا حرف حرف قدرتا صادق آگیا ہے اسلئے ہمارا یہ خیال کچھ بعید بھی نہیں معلوم ہوتا۔ بہر حال اس واقعہ کو صرف سخاوت کا ایک کرشمہ اور قدردانی علم و فن کا ایک معجزہ سمجھنا چاہئے الزام کی صورت اسکو نہ دینی چاہئے۔

سلسلہ انتخاب میں اس جملہ معترضہ کا حائل ہو جانا ضروری امر تھا اگرچہ اس سے انتخاب کی کڑی ٹوٹ گئی مگر واقعات اور سیرت بیرم کی زنجیر مربوط ہو گئی اس کو چھوڑ دیا جاتا تو انتخاب کی وہی صورت ہو جاتی جو دیوان بیرم (مطبوعہ کلکتہ) کی ہے کہ اس میں

ہاشم ہی موجود ہیں اور ہایون ہی مگر دیوان میں کوئی اشارہ
 اس طرف نہیں کیا گیا صفحہ ۳۶ پر ہاشم کی یہ غزل بلا کسی تشریحی
 نوٹ کے درج ہے اور صفحہ ۳۷ پر ہایون کی ایک رباعی بیرم کے
 نام سے تحریر ہے اسی طرح آخر دیوان میں ہایون کی وہ ابیات
 جو "بیرم و ہایون کی منظوم فراست" کے تحت میں لکھی جائیں گی
 بیرم کے نام سے شامل دیوان ہیں۔ اس طویل وقفہ کے بعد
 اب میں پھر انتخاب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

از سوزِ غم عشق سویدائے دل من
 چون داغ سیاہی است کہ برالہ نشسته

بیرم کہ خموشست جدا زان گل رخسار
 چون ببل زاریست کہ از نالہ نشسته

آن مہ نمودن ز گر بیانِ پیرهن
 یا سرکشید یوسف مصری ز قعر چاہ

مہ یا تو مشتبہ نہ شود آفتاب ہم
 چون نیست در کمال جمال تو اشتباہ

تا کفر خط از مصحف روئے تو برآمد
بس فتنہ کہ در حلقہٴ اسلام فتادہ

گہ من از روئے محبت بودہ ام در خانہ ات
گہ تو از راہ وفا در حسانہ من بودہ
تا بہ آخر آشنائے خویش دانستم ترا
نیک چون کردم نظر بیگانہ من بودہ

شدی یارم ولیکن شیوہ یاری نہ میدانی
دلم بردی دے آئین دل داری نے دانی
بعض حال خود بد نیست گفتار تو لے بیرم
اگر مثل حریفان خوب گفتاری نے دانی

ندانی با سراسر خوبی رسیدن اگر عشق زبیاں جو آنے نداری
بہ بیرم نظر کن کہ در ملک معنی چنین عاشق نکلتہ دانے نداری

اسیر درد مندے بے نصیب فقیر بیکے بے اعتبار

ببازار ملامت در میا نے زار باب سلامت بر کنارے

در نہانی بادہے نوشی بیارانِ دگر
پیش ما اظہار زہد و پارسائی مے کنی
بیر ما در ملک صورت بادشاہ نیست خوش
خوش بود گر در رہ معنی گدائی مے کنی

با ما بہ نشین جان کے کاہل و فانیم
سہاست کہ با مردم نا اہل نشینی
علم و ادب از حلقہ اہل نظر ہر آموز
حیف است کہ در دائرہ جہل نشینی

پیش روئے تو عزیزان جہانند غلام
خویش را از چہ سبب یوسف ثانی داری
بیر ما بندہ آن خسرو خوبان شدہ
گر چہ از شاہ جہان رتبہ خانی داری

آلودہ خواہم کہ شود و امن پاکست
جینست کہ در دیدہ خونبار نشینی

گر باد و مردمان یار باشی
ز باغ عمر بر خوردار باشی
وہائے سینہ مجروح کردی
انیس خاطر افکار باشی
ازین خوشتر خیالے نیست بریم
کہ دائم در خیالے یار باشی

انیکہ دہارا بد ہمارا ہی گویند ہست
بندہ را محزون ترا مسرور بودن تابکے
لے ز رویت دید ہائے مردمان را روشنی
دیدہ بریم ز تو بے نور بودن تابکے

حرفے نہ نوشتی دل ما شاد نہ کردی
ما را بہ زبان قلمے یاد نہ کردی

یاد تو صد بار کنم ناله و فغا یاد
 فریاد کہ یک بار مرا یاد نہ کردی
 لے کردہ فراموش ز غمخواری بیرم
 حرف نہ نوشتی دل ماشاۃ اللہ کردی

بیمارم دُعا فتادہ براعت گذرے کن
 سوئے من اُفتادہ بیمار فلانے

فرویات

اس عنوان کے ذیل میں صرف اشعار لکھے گئے ہیں۔ جس میں سے
 بعض یہ ہیں۔

لے کہ بے رویت زمانے آر میدان مشکل است
 وے کہ نادیدن ترا دشوار و دیدن مشکل است

بگلشن ہر طرف کان سرو گل رخساری گردو

دو چشم ازیرائے دیدن او چار می گزیده

تا چند نظر جانب اغیار توان کرد
در هر نظر آزار من زار توان کرد

در دیده بجز نقش خیالِ تو نه بینم
آن روز مبادا که جمالِ تو نه بینم

دارم چنان امید که قیوم لایزال
بارِ دگر نصیب کند دولتِ وصال

از وصلِ کلم خاطر محزون نه کشاید
گلِ را چه کنم آرزوئی سوئی تو دارم

مقطعات

زبے فزاتے کہے بینم جہانے
تو را جمع زیاطراف و جوانب

تُو رخصتِ مرا تب بے نظیری
 چہ داند غیر تو حفظِ مرا تب
 مناسب گر چہ افزوں بود ازین پیش
 ترا ز جملہ اعیان و اقارب
 فزودا کنون با لطافِ الہی
 مناسب بر مناسب بر مناسب
 مبارک بر مبارک بر مبارک
 مناسب بر مناسب بر مناسب

نے خواجہ کہ از پلے جاہ و جلال خویش
 برآل میو ہا و تیشیانِ گلِ صبح
 تا عزمِ قنق شدہ نقشِ نگین ترا
 دارند اہل فقر ز دست تو صد جزع
 عر تو چوں ز خواری اہل قناعت است
 آں بہ کہ نبودت بنگین عزمِ قنق

کہ تو خواہی کہ بہ مظلومِ رسی یا ر عزیزی

سادہ بین بادہ بنوش و لب محبوب بنوش
 ورنہ تو نیز برو بر سر سجادہ نشین
 عرس کن قرص بزن ، بانگ آو چرخروس

رُبَاعِیَات

اے یار لطیف طبع پاکیزہ سیر
 چوں از رخ من نور حضوری طلبی
 مے عمدہ اہل عشق دار باب نظر
 می ارست از تیر گئی ، جس بدرد

اے کوئے تو کعبہ سعادت مارا
 خوش آنکہ بجد بہ عنایت سازی
 مے روئے تو قبیلہ عبادت مارا
 وارستہ ز قید رسم و عادت مارا

اے واقف اسرار نہان ہمہ کس
 لے ذکر تو بر سر زبان ہمہ کس
 مے در ہمہ حال راز دان ہمہ کس
 مے نام خوش تو حرز جان ہمہ کس

از خم طلب نثار ہرام کہ ہست
 گرد اسطہ سرشت ما حشر نبود
 جز خم طلب نیست چہ ہشیار چہ پست
 خمرت چرا گفت خدا و ذراست

جمعے بہ معارفِ حقایق مشہور جمعے زسر کوئے حقیقت بس دور
جمعے دگر از ہر دو جهان کردہ نفور ہر طایفہ را نوع دگر کردہ ظہور

رخسار تو مرآت صفا خواہم دید دروے ہمہ انوار صفا خواہم دید
امروز ہوا ابرو تو چوں خوشیدی آیا بچہ تدبیر ترا خواہم دید

اے چرخ برین بگو ہر ت گشتہ صدف در بند گئی تو بادشاہان زدہ صدف
مارا شرف از لباس پوشیدہ تست اُس را کہ مشرفش نکردی چہ شرف

بے موئے تو شام قدر وابر و مہ عید وے چشم بدان مرغ نکوئے تو بعید
ہر چند بود کل جدید لذلک خوش نیست ترا صحبت یا راں جدید

اگرچہ میں نے بے انتہا بخل سے کام لیا مگر پھر بھی انتخاب کلام بہت
طویل ہو گیا اور یہ محض بیرم کی لذت گفتار کا ایک کرشمہ ہے ورنہ میں تو
چاہتا تھا کہ کم سے کم اشعار سلک انتخاب میں آئیں تاکہ واقعات
کا تسلسل بھی قائم رہے اور لطف سخن بھی حاصل ہو جائے۔
شجاعت و پالٹ | دلیری و مردانگی بیرم کا جہلی وصف تھا

شجاعت و بسالت اس کا خاص جوہر تھا، چنانچہ سولہ سال کی عمر ہی میں اس کی دلیری کے وہ کارنامے میدان کارزار میں ظاہر ہوئے کہ اسکی بہادر ہی ہر شخص کے دل پر نقش ہو گئی حتیٰ کہ خود بابر نے اسکی پامردی کے واقعات سنکر بیرم کو بلایا اور اپنی ہمکلائی سے عزت بخشی، چونکہ پیشانی سے ستارہ بلندی، کی چمک ظاہر تھی۔ اس لئے شاہ بابر نے ہالیون کے ہمراہ بارگاہ خسروی میں حاضر ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۹۴۶ء میں بہقام جو سہ شیر شاہ کی پہلی لڑائی میں بیرم خان نے سب سے پہلے داؤد شجاعت دی۔ یہ اپنی فوج لیکر بڑھا اور دشمن پر جا پڑا اور اپنے جانتان حملوں، ترکانہ چیقلشوں سے غنیم کی صف کو دھم دھم کر دیا۔ لیکن ساتھ والے امراء نے کوتاہی کی اور اسوجہ سے بیرم کامیاب نہ ہو سکا۔ لڑائی طویل ہو گئی۔ انجام کار ہالیون کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر آگرا گیا۔

ہالیون قندھار کے قلعہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا جنگ ہو رہی تھی، غزنین کے آدمی مجروح و لہلہ ہو رہے تھے اسی دوران میں اطلاع ملی کہ رفیع کو کہ مرزا کامران حدود داؤد کی جانب اُس پہاڑ کی پشت پر جو دریائے ارغنداب کے کنارے واقع ہے۔ ہزارہ و ننگد رچی کے تین تین فرشتہ جلد اول بیان ہالیون

آرمیوں کو مجتمع کر کے مقیم ہے۔ بیرم خان، محمدی مرزا، حیدر سلطان، وغیرہ کو اس پر متعین کیا گیا معمولی جنگ کے بعد رفیع کو کہ گرفتار ہوا اور بہت سامان و متاع، ہاتھ آیا جس سے ہمایوں کے لشکر کی عسرت و کسرت دور ہو گئی جو اس وقت لشکر پر مسلط تھی ۱۵

بیرم کی زندگی شجاعت اور بہادری کے کارناموں سے لبریز ہے یہاں چند واقعات بطور نمونہ لکھے گئے ہیں۔ مفصل حالات معرکوں کے ذیل میں مذکور ہونگے۔

جس طرح ہمت و مردانگی میں بیرم عہد ہمایوں اور دور **وفاداری** اکبری میں سب سے زیادہ نامور ہے اسی طرح وفاداری و جان نثاری میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔

۹۳۶ھ میں جب ہمایوں شیر شاہ سے شکست کھا کر آگرہ آیا ہے تو یہ وفاکیش، فدا کار سایہ کی طرح آقا کے ساتھ تھا، یوں سمجھئے کہ ہمایوں شمع کی حیثیت رکھتا تھا اور بیرم پروانہ کی۔

شیر شاہ سے دوسرا مقابلہ نواح قنوج میں ہوا مگر ہمایوں کی قسمت کا ستارہ یہاں بھی نہ چمکا اور یہاں بھی ہمایوں کو شکست ہوئی۔ فوج منتشر ہو گئی اُمرا بھی پریشان و متفرق ہو گئے کوئی مارا

گیا کوئی قید ہوا کسی نے آغوش آب میں پناہ لی۔ کوئی بھاگ گیا
 غرض کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا سب اپنی اپنی فکر میں مبتلا ہو گئے
 یہ جاں نثار ہی بھاگ کر سنبھل ہو چکا۔ میان عبد الوہاب سنبھل
 کے تیس تھے جن سے بیرم کا خاصا انتخا د تھا۔ عبد الوہاب نے
 بیرم کو اپنے گھر میں پناہ دی مگر طوفان کا رسیون میں باندھنا۔
 بجلی کا زنجیروں میں جکڑنا اور آفتاب کا چادر میں چھپانا ممکن نہ تھا
 اس لئے عبد الوہاب نے بیرم کو لکھنؤ کے راجہ مترسین کے پاس
 بھیج دیا جہاں عرصہ تک یہ دلاور مقیم رہا۔ آخر نصیر خاں حاکم سنبھل
 کو خبر ہو گئی۔ اُس نے مترسین کے پاس آدمی بھیج کر بیرم کو طلب کیا
 مترسین میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہ نصیر خاں کے آدمی کو خالی واپس
 کر دیتا۔ اس نے ناچار بیرم کو اس کے حوالے کر دیا۔ نصیر خاں نے
 قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن مسند عالی عیسیٰ خان جو افغانوں کا امیر
 زادہ تھا اور شیر شاہ کا بھیجا ہوا سنبھل آیا تھا اور میان عبد الوہاب کا
 سکندر لودی کے وقت سے دوست تھا عبد الوہاب نے عیسیٰ خان
 سے کہا کہ بیرم ایک نامور اور عالی ہمت سردار ہے، نصیر خاں ایسے
 سردار کو قتل کئے دیتا ہے اگر ممکن ہو تو اُسے بچاؤ۔
 عبد الوہاب اور انکے خاندان کی عظمت کا سب لوگ لحاظ کرتے

تھے عیسیٰ خان بھی اسکی عزت کرتا تھا وہ عبدالموہاب کے کہنے سے گیا اور بیرم کو قید سے چھڑا کر اپنے ساتھ گھر لے آیا۔
 اسی دوران میں شیرشاہ نے عیسیٰ خان کو ایک مہم پر بلایا۔ عیسیٰ خان مالوے کے راستہ میں شیرشاہ سے ملا بیرم کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا تھا موقع سے اُس کا تذکرہ کیا۔ شیرشاہ نے چچین جہین ہو کر کہا اب تک کمان تھا؟ عیسیٰ خان نے کہا شیخ ملہن قتال کے بیان پناہ گیر تھا۔ شیرشاہ نے کہا۔

”بخشیدم“

عیسیٰ خان بولا۔ جان تو اسکی خاطر سے بخشی اسب خلعت میری سفارش سے مرحمت فرمائیے اور ابوالقاسم گویا رے آیا تو اسکے پاس قیام کی اجازت دیجئے۔ شیرشاہ نے کہا، منظور۔
 بیرم خان کے قلب پر عیسیٰ خان کے اس احسان کا اس قدر اثر تھا کہ جب عمداکبری میں بیرم سفید و سیاہ کا مالک تھا تو اسکے ایک مصاحب نے بوجھا کہ عیسیٰ خان اسوقت آپسے کس طرح پیش آنے تھے۔ بیرم نے کہا اُنہوں نے میری جان بچائی تھی وہ ادھر نہیں آتے اگر آئیں تو کم از کم چندیری کا علاقہ اُنکی نذر کر دوں۔ شیرشاہ کو معلوم تھا کہ بیرم ایک جوہر قابل ہے اور اسکی ذات بے انتہا کارآمد ہے،

شیرشاہ اس قسم کے لوگوں کی بہت قدر کرتا تھا چنانچہ جس وقت بیرم سامنے آیا تو شیرشاہ نے کھڑے ہو کر بیرم کو گلے لگایا اور دیر تک گفتگو کرتا رہا۔

وفا اور اخلاص کا تذکرہ آیا شیرشاہ دیر تک تالیف قلوب کے لئے باتیں کرتا رہا۔ اسی دوران میں شیرشاہ نے کہا۔
 ”ہر کہ اخلاص دارد خطا نہ مے کند“
 بیرم نے جواب دیا۔

”چنین است ہر کہ اخلاص دارد خطا نہ خواہد کرد“
 اس کے بعد مجلس برخاست ہوئی اور شیرشاہ نے اس منزل سی کوچ کیا۔
 برہم پور کے پاس سے بیرم ابوالقاسم حاکم گواہیہ کے اتفاق سے گجرات کی طرف بھاگا، راستہ میں شیرشاہ کا ایلچی گجرات سے آتا ہوا مل گیا اس کو ان کے فرار ہونے کی اطلاع مل چکی تھی مگر کبھی دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا دیکھ کر پہچان نہ سکا۔ میرا ابوالقاسم بلند قامت اور خوش اندام تھا۔ اسی کو بیرم خان کے دہوکہ میں پکڑ لیا بیرم خان نے اپنی نیک ندامی اور جوانمردی سے آگے بڑھ کر کہا کہ اس کو کیوں پکڑتے ہو ”بیرم خان“ میں ہوں۔

”بیرم خان از نیک ذاتی و جو اخروی“

”بمبالغہ گفت کہ من بیرم خانم“ ۱۵

ابوالقاسم نے بھی نہایت مردانگی سے کہا کہ یہ میرا غلام ہے مگر وفاداری کی وجہ سے مجھ پر اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہے اسے چھوڑ دو۔ اس صورت سے بیرم خان کی جان بچی اور وہ سلطان محمود کے پاس گجرات پہنچ گیا۔ ابوالقاسم کو شیر شاہ کے سامنے لایا گیا جس نے میر کو شہید کر دیا ۱۶

شیر شاہ اکثر کہا کرتا تھا کہ بیرم نے جب میرے جواب میں کہا تھا کہ ”ہر کہ اخلاص دار دخطا نے کند“ میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ یہ میری موافقت کرنے والا نہیں۔ سلطان محمود گجراتی نے بہت چاہا کہ بیرم میرے پاس ہے مگر اس نے منظور نہ کیا اور سفر حج کی اجازت لیکر بندر سورت پر آیا یہاں سے ہردوار پہنچا۔ ہردوار سے قصبہ جون پہنچ کر ہمایون سے جا ملا۔ جس وقت بیرم خان پہنچا ہے ہمایون دریائے سندھ کے کنارے جون میں ارغونیوں سے نبرد آزمائی کر رہا تھا۔ روزانہ معرکے ہوتے تھے اور دشمن شکست کھاتا

۱۵ اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۲۰۷ ۱۶ مائثر الامراء صفحہ ۳۷۳

نوٹ۔ مائثر الامراء میں میر کو شیر شاہ کے ساتھ لایا ذکر نہیں ہے بلکہ لکھا ہے کہ ایلی نے میر کو شہید کر دیا ۱۷ اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۲۰۷ و دربار اکبری صفحہ ۱۱۱ (کوثر)

تھا مگر ہمایون کے رفیق ہی مارے جاتے تھے اور جو باقی تھے اُن سے ہی اُمید و فائدہ تھی، شیخ تاج الدین لاری جو ہمایون کے مقبول بارگاہ تھے اور شیخ علی بیگ جام شہادت پنی چکے تھے، ہمایون ان حالات کی بنا پر بہت شکستہ خاطر تھا اور حدودِ بکر سے توجہ ہٹا کر قندھار جانیکا عزم کر چکا تھا۔

۹۵۵ھ کو عین اُس وقت جب آتش جنگ پوری شدت سے بھڑک رہی تھی، بیرم پونچا اور سعادت ملازمت حاصل کرنے سے قبل ہی سید ہامیدان جنگ میں جا ڈٹا۔ اپنے تھکے ماندے ملازمن اور خادموں کو منظم کر کے ایک طرف سے بے پناہ حملے شروع کر دیے۔ ساری فوج حیران تھی کہ یہ غیبی لشکر کمان سے آگیا، جب معلوم ہوا کہ بیرم خان ہے تو فوج میں غل مچ گیا۔

ہمایون بلندی پر کھڑا لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا اس لشکر کو دیکھ کر متعجب ہوا۔ ایک شخص خبر لایا کہ بیرم خان آپہونچا۔ ہمایون کا دل جوشِ مسرت سے اُچھلنے لگا۔ فوج نے بھی اس جان نثار کے آنے کو فال نیک سمجھا، جب بیرم حاضر ہوا تو ہمایون نے گلے لگالیا دونوں نے اپنی اپنی رام کہانی سنائی۔ مدت کے بچھڑے تھے خوب خوب باتیں

ہوئیں۔ ہمایون نے اس خوشی کے سلسلہ میں چند روز بیان قیام کیا،
 بیرم خان نے کہا کہ بیان سے کوئی اُمید نہ رکھنی چاہیے۔ ہمایون کی
 صلاح ہوئی کہ جس خاک سے باپ دادا اُٹھے تھے اُسی پر چلکر قیام کرو
 بیرم نے کہا کہ جس سرزمین سے حضور کے والد نے کچھ حاصل نہ کیا
 وہاں سے حضور کو کیا ملے گا۔ بہتر یہ ہے کہ ایران چلتے وہ لوگ مہمان
 نواز ہیں حضور والا کے جد اعلیٰ تیمور کے ساتھ شاہ صفی نے کیا اچھا
 سلوک کیا ان کی اولاد نے دُور دفعہ آپ کے والد کو امداد دی۔ مادرِ اہلِ ہند
 کو ان کے زیرِ نگین کیا۔ اسکے علاوہ ایران میرا اور میرے بزرگوں کا
 وطن ہے وہاں کے کاروبار سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ بیرم کا
 یہ مخلصانہ مشورہ ہمایون کی سمجھ میں بھی آگیا اور اُس نے ایران کا ہی رخ کیا
 ہمایون جو وقت ایران کے ارادے سے روانہ ہوا ہے تو اسکی اور
 اس کے ہمراہیوں کی حالت ایک لٹے ہوئے قافلہ کی سی تھی تمام نوکر
 چاکر ملا کر شتر آدمی سے زیادہ نہ تھے لیکن ان سب میں بیرم خان کا
 نام اول نمبر پر نظر آتا ہے یہ وفادارِ اخلاص کا متحرک پیلا سایہ کی طرح
 آقا کے ساتھ تھا جب کوئی شہر قریب آتا تو آگے جا کر اس دل و دین
 اندازِ بیان کے ساتھ اظہارِ مطالب کرتا کہ ہر جگہ شاہانہ شانِ شوکت
 سے ہمایون کا استقبال ہوتا اور زورِ شور سے دعوتیں ہوتیں۔

قرہ دین سے شاہ کی خدمت میں خط لیکر گیا اور ایسے موثر انداز گفتگو میں وکالت کی کہ شاہ کی آنکھوں میں آنسو بھرا آئے بیرم خان کی بہت خاطر و مدارات اور عزت کے ساتھ مہانداری کی گئی۔ شاہ نے جواب میں جو تحریر بھیجی اوسمیں ہایون کے آئین کا بہت احترام کے ساتھ اشتیاق ظاہر کیا اور یہ شعر بھی خط میں لکھا۔

ہم آئے اوج سعادت بدام ماؤفتد
اگر ترا گذرے بر مقام ماؤفتد

جب تک ہایون ایران میں رہا بیرم بھی اس کے ساتھ رہا ہر کام اور پیغام بیرم ہی کے ذریعہ سے ہوتا تھا۔ شاہ ایران اکثر بیرم کو بلاتا تھا، اوس کی عقل و فراست، مزیدار گفتگو، پُر لطف حکایات و چسپا شعار دل کھلا دینے والے لطائف و ظرائف سے شاہ بیحد محظوظ ہوتا تھا شاہ کی نگاہ نکتہ رس نے یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ بیرم میں نمک حلائی و وفاداری کا جو ہر چمک رہا ہے یہی وجہ ہے کہ طبل و علم کے ساتھ بیرم کو شاہ نے ”خانی“ کا خطاب مرحمت فرمایا اور درباری جرگہ میں جو مرتبہ بھائی بند شہزادوں کا تھا وہی بیرم خان کو حاصل تھا، شاہ طہماسپ بیرم کے روکنے پر بھی بہت مصر ہوا مگر بیرم کے جذبہ وفاداری نے ہایون سے الگ ہونا گوارا نہ کیا اور اسی جذبہ کے

ماتحت اس نے محض ہمایون کے لئے اپنے وطن اور قوم کو چھوڑ دیا۔
 اتنا زبردست ایثار وہی شخص کر سکتا ہے جس کا خمیر وفا پرستی
 کی مٹی اور اخلاص و محبت کے پانی سے ہوا ہو ورنہ ظاہر ہے کہ بیرم
 ہمایون سے جدا ہو کر بھی خاص اپنے ملک قوم میں رہ کر وہ مرتبہ
 حاصل کر سکتا تھا جو اس کو ہمایون کے بیان میسر تھا۔

بیرم کی رسالت و فرزانگی | حصہ ۲۵۲ میں جب ہمایون قلعہ
 قندھار کا محاصرہ کئے ہوئے تھا

مرزا عسکری اپنی بدبختی سے ہمایوں کی مخالفت پتلا ہوا تھا۔ ہمایون نے
 برادرانہ محبت اور فطری عطوفت کے اقتضائے خیال کیا کہ مرزا کا مرزا
 کے پاس نصیحت و موعظت کی غرض سے فرمانِ شاہی بھیجا جائے مکن
 ہے کہ اس خواب غفلت سے بیدار ہو کر راہِ راست پر آجائے اور
 بلا وجہ کشت و خون کا بازار گرم نہ ہو۔ نیز سب بھائی متحد ہو کر ان مہلتا
 میں حصہ لین جو ہمارے پیشِ نظر ہیں۔

یہ ارادہ کر کے ہمایون نے بیرم کو بطور ایلی کا بل بھیجا۔ بیرم
 جس وقت اُس جھیل کے قریب پہنچا جو قندھار اور غزنی کے درمیان
 واقع ہے تو قوم ہزارہ کی ایک جماعت سے اُس کی مڈبھیڑ ہوئی

اور نہایت ہمت و استقلال سے اُس نے قوم ہزارہ سے جنگ کی
ہزارہ کے بہت سے آدمی مارے گئے ۱۷

بیرم کابل کے قریب پہونچا تو کچھ لوگ اسکے استقبال کو
آئے مرزا کامران نے چار باغ میں دربار منعقد کر کے بیرم کو طلب کیا
بیرم نے خیال کیا کہ یہ فرمان مرزا کامران کو جو بیٹھا ہوا ہوگا
ایسی حالت میں دینا مناسب نہیں کہ وہ بیٹھا رہے اور یہ ناممکن ہے
کہ وہ کھڑے ہو کر تعظیم کرے، یہ سوچ کر اُس نے ایک کلام مجید برم
پیشکش ہاتھ میں لیا۔ مرزا نے کلام مجید دیکھا تو تعظیم کے لئے سر وقف
کھڑا ہو گیا بیرم نے فوراً فرمان شاہی اُسکو دیدیا اسطرح کلام مجید
پیش کرنے کے جیلے سے اس نے کامران سے فرمان کی تعظیم کرائی
اس کے بعد تحائف و ہدایا بہ آئین دل پسند نذر کئے اور مرزا کیساتھ
خلوص و محبت سے گفتگو کی۔ آخر میں اکبر مرزا ہندال، مرزا سلیمان،
یادگار ناصر مرزا۔ ابنویگ مرزا سے ملنے کی اجازت حاصل کی جس کو
کامران نے منظور کر لیا۔ بیرم خان پہلے شہزادہ اکبر سے ملا جو بابر کی
بڑی بہن خان زادہ بیگم کے پاس رہتا تھا یہاں سے رخصت ہو کر مرزا
ہندال کے پاس گیا جو دربار بیگم کے ہاں رہتا تھا اور فرمان خلعت

۱۷ تاریخ فرشتہ جلد اول بیان ہمایون

اسپ خاصہ جو مرزا کے لئے بھیجا گیا تھا پیش کیا۔ دوسرے دن مرزا سلیمان مرزا ابراہیم کی خدمت میں گیا۔ یہ قاسم مخلص کے گھر میں قلعہ کے اندر مقید تھے لیکن بیرم کی ملاقات کے دن کامران کے حکم سے انکو باغ جلال الدین میں لے آئے تھے جو باغ شہر آراء کے قریب واقع تھا۔ بیرم خان ان اسی باغ میں ملا اور شاہ ہمایون کی طرف سے جو کچھ لایا تھا ان کو پہنچایا۔ بیان سے ناصر مرزا کے یہاں جا کر اسکو شاہی عنایات کا متوقع کیا۔ اور گزشتہ تفصیلات کے عفو کا متردہ سنایا اسی طرح الغ مرزا وغیرہ کو بطور مناسب احتیاط شاہانہ الطاف و عنایات اُمیدوار کیا۔

غرض بیرم نے نہایت خلوص و محبت و وفاداری و عقیدت اور خرم و احتیاط سے اپنی رسالت کے فرائض انجام دے۔ مرزا کامران نے بیرم کو ایک ماہ سے زیادہ ٹھہرایا اور سین نہ لڑنے کی تاب بھی نہ بدقسمتی سے جہانی کے پاس جانیکی ہمت۔ اسی تذبذب میں تھا کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔ آخر ڈیڑھ ماہ کے بعد نہایت اصرار سے بیرم کو رخصت کیا اور خان زادہ بیگم کو اس کے ہمراہ قندہار بھیجا تا کہ مرزا عسکری کو جو کامران کے کہنے میں نہیں ہے جا کر سمجھائیں اور قندہار کو اس کے قبضے سے نکال کر ہمایون شاہ کی سپرد کر دیں۔ بظاہر تو یہ پیام تھا لیکن پوشیدہ طریقہ سے کھلا دیا تھا کہ مرزا عسکری (جو مرزا کامران کے

کہنے ہی سے ہمایون کے ساتھ لڑ رہا تھا (قلعہ کو مضبوط رکھے اور اگر ضرورت پڑے تو اور قلعہ کو ہمایون فتح کر لے تو آپ اس کی رہائی اور شفاعت کے لئے کوشش فرمائیں۔

بیان خان زادہ بیگم کے پہونچنے سے پہلے ہی مرزا عسکری نے جو مرزا کامران کے اشارے پر لڑ رہا تھا تنگ ہو کر میرٹا ہریرا اور خواجہ دوست کے دریغ سے یہ عرضداشت ہمایون کے پاس بھیج دی تھی کہ مجھ کو خان زادہ بیگم کی آمد تک مہلت دی جائے انکی تشریف آوری کے بعد ان کے ساتھ حاضر خدمت ہو جاؤنگا۔ ہمایون نے اس عرضداشت کو قبول کر کے ذرا ڈھیل ڈال دی تھی مگر مرزا اندر ہی اندر قلعہ کے استحکام کی کوشش کرتا رہا اور خان زادہ بیگم کے آنے پر مخالفت کا بازار از سر نو گرم کر دیا۔ اور خان زادہ بیگم کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔

بیرم کی یہ رسالت گونیتیجہ اتحاد کے اعتبار سے ناکام رہی تاہم اس نے وہاں کے سرداروں اور شہزادوں سے ملکر جو گفتگوئیں کر لی تھیں ان کو اس رسالت کا اچھا اور کامیاب نتیجہ سمجھنا چاہئے۔

۱۵۔ اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۶ دربار اکبری ع ۱۶۲ و
تاریخ فرشتہ جلد اول بیان اکبر۔

بیرم اور مرزا عسکری | مرزا عسکری نے جب دیکھا کہ ہایون

اور اس کے سرفروش رنقائے کار سے قلعہ کا بچا لینا کوئی آسان کام نہیں ہے تو اس کی آنکھیں کھلین اور پریشان ہو کر اس نے استدعا کی کہ قلعہ اولیا سے دولت کے سپرد کئے دیتا ہوں مجھے کابل جانیکا راستہ دیدیا جائے لیکن ہایون نے یہ عرضداشت قبول نہ کی، آخر خان زادہ بیگم کی سفارش سے مرزا عسکری کے گناہ بخشے گئے اور وہ ۲۵ جمادی الآخر ۱۲۹۲ھ کو جمعرات کے دن خان زادہ بیگم کے سایہ عاطفت میں قلعہ سے نکلا۔ بیرم خان نے حکم شاہی سے مرزا عسکری کی گردن میں تلوار ڈال کر اسکو دربار میں پیش کیا اور مرزا عسکری کے جرایم پر ہایون نے قلم عفو پھیر دیا۔

قندھار اور بیرم ہایون نے فتح کے بعد حسب قرار داد قلعہ قندھار شاہ طہاسب کے فرزند مرزا مراد کو دیدیا جو خور و سال تھا اور اسوجہ سے بداع خان سبکام کرتا تھا اور قلعہ بھی اسی کے زیر اقتدار تھا بعض ضرورتوں کے لحاظ سے ہایوں کو قلعہ کی پھر ضرورت ہوتی تو اسے بداع خان کو پیام دیا کہ چند روز کیلئے قلعہ ہمیں دیدو بداع خان اسے منظور نہ کیا تو ہایوں نے زور و شہر اور بقتوت تدبیر قلعہ واپس لیکر بیرم خان کے سپرد کر دیا۔ بیرم خان صرف بہادری تھا بلکہ سیاست

۱۵۹ تاثر جمعی صفحہ ۵۹۹ داکبر نامہ جلد اول صفحہ ۲۵۸ و ۲۵۹

۱۶۰ تا الخ فرشتہ جلد اول داکبر نامہ جلد اول صفحہ ۲۶۴

اور تدمیر ملک کا مختص ہی تھا اسکے قوی بازو میدان جنگ میں شمشیر خارا شکاف چرکائی کی
 قوت رکھتے تھے تو اسکا دماغ ہی ایسی تدابیر وضع کرنے میں عاجز
 نہ تھا جس سے ملک دار می جہا نیا فی کا نظام استوار کیا جاتا ہے چنانچہ
 اس نے اپنی خداداد قوت اور حسن انتظام سے قندہار کو نہایت
 مضبوط کر لیا۔ قندہار کی مضبوطی اور اسکے استحکام کا پتہ اس سے
 چل سکتا ہے کہ جب مرزا کامران نے اپنے خسر خاکم ٹھٹھ کی امدادی
 فوج لیکر کابل کا رخ کیا تو بعض لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ کابل
 پہلے قندہار فتح کر لیا جائے لیکن قندہار ایسے زبردست جنگل میں تھا
 جس سے اسکا نکال لینا ممکن نہ تھا اس واسطے مجبوراً مرزا کامران نے
 کابل ہی کی طرف قدم بڑھایا اور قندہار کی جانب اُسے نظر اٹھانے
 کی جرأت نہ ہوئی ۱۵

بیرم کا اقبال و مردار | مرزا کامران باوجود ہمایون کی بے انتہا
 عنایات کے فتنہ و فساد سے باز

نہ آتا تھا اگرچہ ہر مرتبہ شکست ہوتی تھی مگر پھر قوت پا کر کھڑا ہوتا اور
 فتنہ و فساد پر آمادہ ہو جاتا چنانچہ علیکار و علی سنگ کے درون میں مرزا
 کو بُری طرح شکست ہوئی۔ اور اس شکست کے بعد اسکا لشکر منتشر ہو گیا

ہمایون کو فی الجملہ اس کی شرارت سے اطمینان ہوا۔ لیکن مرزا نے خلیل اور مہند کے پٹھانوں کی ایک جماعت مہیا کر کے پھر تاخت و تاراج شروع کر دی اس واقعہ سے کچھ قبل حاجی محمد خان بلارخصت غزنین روانہ ہو گیا تھا جس کے سمجھا کر لانے کو میر عبدالحی بھیجا گیا تھا۔ ابھی حاجی محمد خان حاضرتہ ہوا تھا کہ ہمایون مرزا کا مران کی آتش شرارت بجھانیکے لئے جلال آباد کی جانب روانہ ہو گیا، مرزا ہمایون کی آمد سے مطلع ہو کر بھاگ گیا اور پہاڑوں کے درون سے گذرتا ہوا بنگلش دگرویز کی طرف چلا تا کہ وہاں سے حاجی محمد خان کے پاس پہنچ سکے جس سے اس کا ساز باز ہو چکا تھا۔

حاجی محمد خان کا دماغ بھی مفسدانہ خیالات کے غلبہ سے ماؤف ہو چکا تھا اس نے بادشاہی قاصدوں کو جھوٹے وعدے کر کے ٹال دیا اور ایک قاصد مرزا کا مران کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ پہاڑوں میں کب تک سرمارتے پھرو گے ادھر آؤ تا کہ ہم تم ملکر کوئی تدبیر کریں، اتفاقاً انھیں ایام میں بیرم خان ہمایون سے ملنے کی غرض سے قندہار سے روانہ ہو کر غزنین پہنچا حاجی محمد خان نے نہایت محبت سے اس کا خیر مقدم کیا یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ بیرم کو دعوت کے حیلے سے

قلعہ میں لاکر قید کر دیا جائے، بیرم پر حاجی محمد خان کا جا دو چل گیا اور وہ قلعہ جانی کے لئے روانہ ہو گیا لیکن میر حبش نے جو حاجی محمد خان کے ہمراہ تھا۔ بیرم کو اشارے سے منع کیا ”بیرم“ میر حبش کے اشارے پر حاجی محمد خان کے مکر سے آگاہ ہو گیا اور عذر کر کے شہر کے باہر ایک چٹنے کے کنارے ٹھہر گیا۔ یہ محض بیرم کا اقبال تھا جس نے اسکو اس ناگمانی مصیبت سے بچا لیا مگر اب اسکا تملطف اور مدارا بھی ملاحظہ فرمائیے کہ اس نے لطیف حیلوں سے حاجی محمد خان کو کابل چلنے پر آمادہ کر لیا اور ایک عرضداشت اپنے اور حاجی محمد کے آئینگی ہمایون کی خدمت میں ارسال کر دی۔ اسی دوران میں ہمایون کو اطلاع ہوئی کہ کامران کابل کی حدود میں آگیا ہے۔ ہمایون فوراً کابل کی طرف متوجہ ہوا۔ مرزا کامران نے جب بیرم اور حاجی محمد کے آئینگی خبر سنی تو مضطرب ہو کر لغمان کی جانب چلا گیا۔ حاجی محمد نے ایک دن یہ ارادہ کیا کہ آہنی دروازے سے داخل ہو کر کابل میں جائے لیکن جلال الدین محمود حاکم کابل نے قلعہ میں نہ آنے دیا اور نہایت سختی سے گفتگو کی۔ حاجی محمد کو اسکی اس حرکت سے وہم ہوا۔ چنانچہ وہ شکار کے بہانے سے چلا گیا اور کوتل منار سے گذر کر بابا قوچ قار (ایک گاؤں کا نام) پہنچا وہاں

سے چل کر غزنین گیا۔

اسوقت ہمایون سیاہ سنگ میں مقیم تھا۔ بیرم خان نے وہیں پاہوسی کی عزت حاصل کی۔ ہمایون نے بیرم کو حاجی محمد خان پر متعین کیا اور حکم دیا کہ جب تک خاطر و مدارات سے کام نہ لے سکے آتش جنگ مشتعل نہ کی جائے۔ لیکن جس طرح بھی ممکن ہو حاجی محمد خان کو لے آنا چاہئے۔

بیرم جو تدبیر ملکی اور تالیف قلوب میں خاصی مہارت رکھتا تھا گیا اور بائیں شائستہ حاجی محمد ایسے وحشی کو اس نے رام کر لیا قول و قسم کے بعد موضع گلکار میں حاجی ”بیرم خان“ سے آکر ملا، وہاں سے بیرم اس کو ساتھ لیکر ہمایون کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاجی محمد کے جرایم معاف کرائے ۱۵

ہمایون کے کابل پہنچ جانے پر بیرم مہات قندہار کا انتظام کرنے کی غرض سے رخصت خواہ ہوا ۱۶

۱۳ **بیرم اور ہمایون کی منظوم مراسلت** | ہمایون نے فتح قندہار کے دوسرے

۱۵ اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۲۴۱ ۱۶ اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۳۳۲

۱۷ تاریخ فرشتہ جلد اول بیان ہمایون

برس جب کامران کو قلعہ طاقان میں محصور کیا اور مرزا اوزبکون کی امداد سے حاضر ہو کر مایوس ہو گیا تو اس نے سلیمان مرزا کے توسط سے مکہ معظمہ جانیکی اجازت طلب کی۔ ہمایون نے اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے اُسکو منظور کر لیا۔ کامران اور عسکری مرزا قلعہ سے نکل کر حرمین کے ارادے سے کچھ دور گئے۔ انکا خیال تھا کہ ہمایون تعاقب کریگا لیکن ہمایون نے ایسا نہ کیا تو یہ نجل ہو کر واپس آ گئے۔ ہمایون بہت مہربانی سے پیش آیا اور کولاب کی جاگیر عنایت فرما کر انھیں کولاب روانہ کیا۔ اسکے بعد ہمایون کابل چلا گیا۔ اس فتح کے سلسلہ میں بیرم کو جو اسوقت حاکم قندھار تھا فتح نامہ لکھا گیا۔ ہمایون نے اُسکے حاشیہ پر اپنے قلم سے یہ اشعار جو اسکے طبع زاد تھے رقم فرمائے۔

باز فتح ز غیب روئے نمود	کہ دل دوستان ز دیکشود
شکر للہ کہ باز شادانیم	بر رخ یار و دوست خندانیم
دوستان را بکام دل دیم	میوہ باغ فتح را بچیدم
روز نوروز بیرم است امروز	دل اجاب بچہ عم است امروز
شا و بادا ہمیشہ خاطر یار	غم نہ گرد و بگرد یار و دیار
ہمہ اسباب عیش آمادست	دل بفکر وصال افتادست
کہ جمال حبیب کے بینم	گل ز باغ وصال کے چینم

گوش خرم شود ز گفتار ت دیدہ روشن شود ز دیارت
 در حریم حضور شاد بہم بنشینم خرم دے غم
 بعد از ان فکر کار بند کنیم عزم تسخیر ملک مند کنیم
 فکر تدبیر کار و بار شود سیر کشمیر و آن دیار شود
 ہر در بستہ کشادہ شود ہر چہ خواہم از ان زیادہ شود
 ہر چہ خواہم از زمان و زمین و آنچه خواہم از مکان و کین

یا الہی بامیسر کن
 جلد آفاق را مسخر کن

ان اشعار کے علاوہ یہ رباعی بھی برجستہ موزون کر کے تحریر فرمائی
 اے آنکہ انیس خاطر محزون چون طبع لطیف خویش موزونی
 بے یاد تو نیست زمانے ہرگز آیا تو بیا د من محزون چونی
 اسکے جواب میں بیرم نے یہ رباعی لکھی۔

اے آنکہ بذات سایہ بے چونی از ہر چہ ترا وصف کنم افسردنی
 چون میدانی کہ بے تو چون میگذرد چوں بے پرسی کہ در فرا تم چونی
 ہمایون کا نامہ منظوم پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو بیرم

سے کس قدر عمیق اور قلبی تعلق تھا اور اسکی نظرمیں بیرم کی حیثیت کس درجہ ممتاز تھی۔

گوش خرم شود ز گفتارت دیدہ روشن شود ز دیدارت
کا عاشقانہ نغمہ بیرم کی جان سپاریوں کا کیسا بیش قیمت صلہ
ہے جو صرف ہمایوں ایسے کریم النفس، قدردان بادشاہ کی
درگاہ ہی سے عطا ہو سکتا ہے۔

بیرم پر خود سری کا الزام | بابر کے ساتھ ارباب وطن
خصوصاً وہاں کے امرا و شرفاء

جس بیدردمی اور بے مروتی کا سلوک کیا وہ تاریخ سے دلچسپی رکھنے
والے حضرات پر مخفی نہیں۔ مگر بابر اور فرزند ان بابر کی یہ خصوصیت
تھی کہ انھوں نے باوجود ان کی ظالمانہ بے مروتی کے ہمیشہ ان پر
نظر عنایت ملتفت رکھی، ہمایوں ہی اس غلطی اور نسلی خصوصیت
سے مستثنیٰ نہ تھا اس کے دل میں بھی مروت کا وہی دریا لہریں
لے رہا تھا جو بابر کی رگون میں موجزن تھا اس لئے بخارا، سمرقند
فرغانہ کے بہت سے لوگ دسترخوان کی مکھیوں کی طرح اس کے
گرد جمع ہو گئے تھے۔

تورانوں کے جسم جس خمیر سے بنے ہیں اس میں ایران کی خصوصیت کا

عنصر غالب ہے اسکے علاوہ ایران و توران میں اختلاف مذہب کی وسیع خلیج ہی حائل ہے ان وجوہ کی بنا پر ۹۶۱ھ میں بعض مفسدوں نے جن میں اسی قسم کے لوگ تھے ہمایوں کے دل میں بیرم کی طرف سے شبہ پیدا کیا کہ بیرم قندہار میں خود سری کا ارادہ اور شاہ ایران سے ساز رکھتا ہے اسباب کچھ اس قسم کے تھے کہ ہمایوں کو بھی اس کا یقین ہو گیا اور اس خیال سے کہ شاید اتحاد مذہب کے باعث بیرم قندہار کی طرف مائل ہو جائے شروع موسم سرما میں ہمایوں یورش قندہار کے غزم سے براستہ غزنین روانہ ہو گیا۔ بیرم خان کا دامن خلوص اس الزام سے پاک تھا اس کو ہمایوں کی آمد کا علم ہوا تو وہ پانچ چہہ مخصوص آدمی ہمراہ لے کر استقبال کو آیا اور تحائف پیش کش کئے۔ بیرم کی اس صاف دلی اور اطاعت شعاری سے ہمایوں نے جلد ہی معلوم کر لیا کہ اس پر جو بہتان باندھا گیا ہے وہ محض مفسدہ پردازوں کی شرارت ہے اس میں حقیقت کا کوئی شائبہ نہیں ہے اس امر سے واقف ہونیکے بعد ہمایوں نے بیرم کی بہت دلجوئی کی ارباب غرض کو سزا دی اور دو مہینے قندہار میں قیام کیا۔

تمام زمستان در قندہار بعیش و عشرت گذشت

اس عرصہ میں تمام ضروریات شاہی کا بیرم کفیل رہا۔ اس نے جملہ ملازمین سرکار کو اپنے نوکروں کے مکانات میں ٹھہرا کر لوازم مہانی صاحب خانہ کے سپرد کر دیئے۔ ابوالفضل لکھتا ہے۔

”بیرم خان درآداب خدمتگاری و لوازم نیاز پاشی“

”دقیقہ فروغ گذاشت“ ۱۷۱۷

ہمایون کی واپسی کے وقت بیرم نے حقیقت حال سے واقف ہو کر عرض کی کہ مجھے بھی شرف ہمرکابی حاصل ہو، منعم خان یکسی ورجان نثار کو بیان کی حکومت سپرد کر دی جائے مگر ہمایون کو معلوم تھا کہ قندہار کا محل وقوع کس قدر نازک ہے ایک طرف ایران دوسری طرف ترکمان اوزبک اور پھر بہادر افغان، ان سب کے درمیان قندہار کی حیثیت، تبتیس دانتوں کے بیچ میں ایک زبان کی تھی، ہر طرف سے قندہار پر صاحبان حرص و آرزو کا دانت تھا اس لئے بیرم کو وہاں سے ہٹانا دانش مندی پر مبنی نہ تھا۔ بیرم نے کہا اگر فدوی کو ساتھ رکھنا قرین مصلحت نہیں ہے نوکسی سردار کو اعانت کے لئے چھوڑا جائے، ہمایون نے علی قلی خان سیستانی کے بہائی بہادر خان کو داور کا حاکم کر کے بیرم کی امداد پر

پر مقرر کیا ۱۵

بیرم کی سپہ سالاری | سلیم شاہ سوری کے فوت ہونے پر باشندگان دہلی و آگرہ کی عرضیان

ہمایون کی خدمت میں کابل پہنچیں۔ کہ سلیم شاہ کے مرجانے سے ملوک و خوانین میں باہمی عناد پیدا ہو گیا ہے لوگ آپس کی خوریزیوں میں مصروف ہیں۔ اور جس طاقت کا منظم ہونے کی صورت میں مقابلہ کرنا ممکن نہ تھا قدرت نے اسکا شیرازہ منتشر کر دیا ہے، موروثی مملکت کو زیر نگین لائیکا یہ نہایت زرین موقعہ ہے۔

ہمایون نے اپنی جنگی طاقت مجتمع کی اور ساز و سامان درست کر کے ۹۶۲ھ میں ہندوستان کا رخ کیا۔ بیرم خان جو اس وقت قندھار میں مقیم تھا برابر عرضیان بھیج رہا تھا کہ غلام کو اس مہم میں تلوار چمکانیکی عزت سے محروم نہ رکھا جائے۔ چنانچہ اسکے پاس ہی فرمان طلب پہنچا۔ وہ اپنے بہادر جان فروش ساتھیوں کو ہمراہ لیکر لشکر سے آگے۔ بادشاہ نے نیلاب عبور کر نیلے بعد بیرم کو سپہ سالاری کا جلیل القدر منصب عطا فرمایا ۱۵

۱۵ تاریخ فرشتہ جلد اول داکبر نامہ جلد اول صفحہ ۳۶۷ و ۳۶۸

۱۵ تاریخ فرشتہ جلد اول بیان ہمایون۔

جاگیرات | علاوہ سپہ سالاری پر فائز کرنے کے اس سلسلہ

میں ہالیوں نے صوبہ قندھار بھی بیرم کو جاگیر میں عنایت کیا۔
ماچھی واڑے سے تیس ہزار افغانوں کے انبوه کو بیرم نے
مار کر بھگایا تو سنہیل کی سرکار اسکی جاگیر میں لکھی گئی۔

جب دہلی پر ہالیوں کا قبضہ ہوا تو تمام امراء کو بیرم کی تجویز سے
خلعت اور انعام و اکرام عطا ہوئے۔ خود بیرم کو سرہند کا صوبہ
جاگیر میں ملا کہ وہاں اس نے زبردست فتح حاصل کی تھی۔

آگرہ و دہلی پر پرچم ہالیوں نصب ہوا تو بیرم نے یہ تاریخ لکھی۔

خرد طالع میمون طلبید انشا بخن ز طبع موزوں طلبید

تخریر جو کر دفع ہندوستان یا تاریخ ز شمشیر ہالیوں طلبید

اکبر کی اتالیقی | سکندر سورا سی ہزار افغانوں کا ٹڈی دل

سرہند پر لئے پڑا تھا۔ ہالیوں نے اکبر کو بیرم
کی اتالیقی میں اس کی مدافعت پر متعین کیا۔ یہ واقعہ ۹۶۳ھ کا ہے

جو وقت اکبر اس مہم کے لئے روانہ ہوا ہے اسکی عمر صرف تیرہ ۱۳
برس کی تھی مگر بیرم کی دانشمندی سے یہ مہم نہایت خوش اسلوبی سے
سرا انجام ہوئی اگرچہ اس کے قحطائے اکبر کے نام سے جاری ہوئے لیکن

حقیقتاً اس کا سہرا بیرم ہی کے سر تھا ہے، تیرہ برس کے بچے میں یہ تاب کمان کہ وہ چمکتی ہوئی تلواروں کی چھاؤں میں اسی ہزار کا مقابلہ کر سکے۔

القاب خطابات | سکندر شاہ نے ہمایوں کے عزم ہند سے

مطلع ہو کر۔ تانار خان، ہہیت خان، افغان کو تیس ہزار سوار دیکر لشکر چغتائی کے مقابلہ کو بھیجا یہ نہایت قوت اور جوش کے ساتھ بڑھے اور ہرے شیر دل بیرم جو غنیم کی کثرت سے ذرا ہی خائف نہ تھا مردانہ وار آمادہ جنگ ہوا اور ستلج سے گذر کر دشمن کے قریب پہنچا۔ اس نے غروب آفتاب کے وقت ساحل پہنچا رہے پر خیمے گاڑ دیے۔

اصل میں ستلج پر آکر اسکو اطلاع ملی تھی کہ افغانوں کا لشکر ستلج پار پڑا ہے۔ بیرم اسی وقت کسی کو خبر کئے بغیر دریا کو عبور کر کے دشمن کے سر پر پہنچ گیا۔

شام کا وقت اور سردی کا موسم تھا افغانوں نے سردی سے بچنے کی غرض سے اپنے خیموں کے سامنے آگ روشن کر لی تھی اور لشکر کی حفاظت میں مصروف تھے، بیرم یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا، افغانوں کی اس حماقت سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس نے ایک ہزار بہادر اپنے ہمراہ لئے اور قریب پہنچ کر افغانوں پر جو آگ کی روشنی میں صاف

نظر آ رہے تھے۔ تیر برس کا شروع کر دئے افغانوں نے پریشان ہو کر آگ اور بھڑکا دی تھے کہ لشکر کی تمام لکڑیاں، چارہ، ایک دم سے نذر آتش کر دیا۔ بہادر ترک افغانوں کی اس سادہ لوحی سے بہت مسرور ہوئے اور پوری شدت سے تیرون کا مینہ برسانے لگے، اسی دوران میں علی قلی خان سیتانی اور چند دوسرے سردار اس جنگ میں شریک ہو گئے۔ افغان مضطرب ہو کر لڑائی کے بہانہ سے سوار ہوئے مگر جب لشکر سے باہر نکلے تو سب نے دہلی کی طرف باگ موڑ دی۔ تارا خان اور ہیبت خان پہلے تو تھوڑی دیر تک عرصہ کارزار میں جھے رہے مگر فوج کی اس شکستہ دلی پر نظر کی تو ہاتھی۔ گھوڑے اور تمام سامان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مال غنیمت پر قبضہ کیا گیا۔ بیرم خان نے مال غنیمت ہاتھی۔ گھوڑے، بادشاہ کی خدمت میں لاہور بھیج دئے۔ خود ماچھی داڑی میں مقیم رہا۔ ہمایون نے اس فتح کی مسرت میں بیرم خان کے القاب ”خان خانان“ پریار و فادار اور ”ہمد غمگار“ کے الفاظ کا اضافہ کیا اس کے تمام ملازمین کے نام بادشاہی دفتر میں داخل کئے گئے سنبھل جاگیر میں عطا ہوا۔

اس خطاب القاب کے علاوہ جو عہد ہمایون میں اسکو حاصل ہوا اکبر نے ہی اپنے آغاز حکومت میں یعنی ۲ ربیع الآخر ۹۶۳ھ کو جب

اکبر کلا نور میں تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تو ”خان بابا“ کے خطاب کو
 اقبال میں داخل کیا اور تالیقی و سپہ سالاری پر وکیل مطلق کا عہدہ
 زیادہ کر کے اپنی تمام مہمات ملکی و مالی کو اسکے سپرد کر دیا تھا اور کہہ دیا
 تھا کہ جس کام کو تم مناسب سمجھو اور حکومت کا فائدہ اس میں دیکھو اس میں
 میری اجازت کے منتظر مت رہو۔ یہ کہہ کر اکبر نے بیرم کو لوگوں کی
 خصوصیت کے خطرات سے مطمئن کر نیکے لئے عہد و پیمان ہی کئے ۵۲

شاہ ایران نے بھی بیرم کو جبکہ وہ ہالیوں کے ساتھ ایران میں
 مقیم تھا اس میں وفاداری کا جو ہر دیکھ کر ”خانی“ کا خطاب عطا کیا تھا۔
 بیرم کی جنگی قابلیت اور | بیرم خان جنگی معاملات میں بھی
 عدیم النخیر فرزانگی کا مالک تھا
 اصابت رائے | اس قسم کے بعض واقعات جو اسکی

طرف منسوب ہیں نہایت حیرت افزا ہیں۔ ان کے پڑھنے سے معلوم
 ہوتا ہے کہ بیرم کا ناموران اسلام میں خاص درجہ ہے اس اعتبار سے
 اسکو ”نظام الملک ہندی“، کہنا بیجا نہ ہوگا۔ چنانچہ چند واقعات
 ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

ہالیوں پر دوبار کی گھٹائیں چھا رہی تھیں اور ہندوستان

۵۱ ماثر الامراء صفحہ ۳۷۷ و ماثر جیمی صفحہ ۵۲۷ ۵۲ تاریخ فرشتہ جلد اول تذکرہ ہالیوں

سے اسکے قدم اکھڑ چکے تھے۔ اس حالت میں وہ سندھ سے بعزم
قندھار روانہ ہوا۔

قندھار میں ہمایون کا بھائی مرزا عسکری حکمران تھا خون کو خون سے
اور بھائی کو بھائی سے جو تعلق ہوتا ہے اُس نے ہمایون کے دل میں
بھی اُمید کی جھلک پیدا کی۔ اس نے سوچا کہ اتنی مصیبتیں اُٹھا کر بھائی
کے پاس جا رہا ہوں۔ بال بچے ساتھ ہیں اگر برادرانہ جوش و محبت کیساتھ
پیش نہ آیا تو کم از کم ہمانی کے بجالانے میں تو دریغ نہ کریگا چند
روز رکھ کر قدیم نمک خواروں کا اور بھائی کا طرز عمل دیکھو نگا انہیں ضیافت
کو ساتھ لے ہمایول چلا جا رہا تھا ایک مقام پر کسی نے خبر دی کہ امیر اللہ
دوست وکیل مرزا کا مران اور شیخ عبدالوہاب مرزا کا مران کی جانب
سے دختر شاہ حسین ارغون کا پیام لیکر سندھ جا رہے ہیں اور اس
قلعہ سیوی (سبی) میں مقیم ہیں۔ ہمایون نے خط بھیج کر امیر اللہ دوست
کو بلایا مگر اُس نے قلعہ مضبوط کر کے کہلا بھیجا کہ اہل قلعہ مجھے آنے
نہیں دیتے۔ ہمایون کو اس کا سخت رنج ہوا۔

جس وقت ہمایون شال کے قریب پہونچا جو قندھار سے تین فرسخ
ادھر ہے، وہاں کے جاگیردار جلال الدین بیگ نے جاسوس مقرر
کر رکھے تھے انھوں نے ہمایون کے دو آدمیوں کو جو پہلے سے چشمہ

پر پہنچ گئے تھے گرفتار کر لیا۔ انہیں سے ایک کسی طرح چھوٹ کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو کچھ دیکھا یا سنا تھا سب آکر بیان کر دیا ہمایون قندہار کی عزیمت فسخ کر کے مشتنگ کی جانب روانہ ہوا مگر مرزا کو ایک خط بیان سے لکھ دیا جس میں اسکی بے مہری اور سخت دلی کا شکوہ کیا گیا تھا مرزا خط کو دیکھ کر اور زیادہ درپے آزار ہوا، اور ہمایوں کو گرفتار کرنے کی غرض سے مشتنگ کی طرف چلا۔ خیال یہ تھا کہ گرفتاری عمل میں آگئی تو بہتر ورنہ استقبال کا حیلہ نہایت بطیف ہے کچھ دور چلکر مرزا نے دریافت کیا کہ پہاڑوں سے کون شخص واقف ہے۔ جی بہادر اور بابک نے جو پہلے ہمایوں کا ملازم تھا عرض کیا کہ میں پہاڑی راستہ سے خوب واقفیت رکھتا ہوں، مرزا نے کہا اچھا آگے چلو۔ اس نے کہا میرے گھوڑے کی حالت خراب ہے۔ مرزا نے ایک شخص سے گھوڑا دلادیا۔

جی بہادر گھوڑا بھگاتا ہوا بیرم کے پاس آیا اور اُس سے کہا کہ مرزا سراپھونچا فرصت کا وقت بہت کم ہے، بیرم نے ہمایوں سے اس واقعہ کی اطلاع کی اب ایران جانے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ ہمایوں نے تردی بیگ کے پاس آدھی بھیجا کہ چند گھوڑے بھیج دو اس نے انکار کر دیا۔ ہمایوں کا ارادہ ہوا کہ پہلے ان کا فرہمتمون کو کیفر داز تک

ہو نچا دینا چاہئے مگر بیرم نے کہا کہ وقت بہت کم ہے پہلے اپنے ارادے کو پورا کرنا چاہیے۔

ہمایون چند مخلص جان نثاروں کو ہمراہ لیکر حجاز کے قصد سے عراق کی طرف بڑھا، ندیم کو کلتاش میر غزنوی، خواجہ عنبر کو حکم ہوا کہ اکبر کا خدا نگہبان ہے اس کے دامن اقبال پر کوئی آسیب نہیں پہنچ سکتا۔ ثم جس طرح ہی ممکن ہو مریم مکانی کو، ہم تک پہنچا دو۔ اکبر کی عمر اس وقت ایک سال سے بھی کم تھی۔

ہمایون تھوڑی دور گیا تھا کہ رات کا اندھیرا فضا پر محیط ہو گیا، سخت تاریکی تھی۔ اس وقت بیرم نے عرض کیا کہ مرزا عسکری کو زرو مال سے جو محبت ہے وہ جناب سے انہی نہیں مرزا نہایت دلجمعی کے ساتھ دو تین محارروں کو لئے ہوئے خیمہ میں بیٹھا ہو گا اور جناب کے لشکر کا مال و اسباب ضبط تحریر میں لایا جا رہا ہو گا۔ میری رائے میں مناسب ہے کہ ہم دفعتاً خدا پر بھروسہ کر کے اس کے خیمہ پر جا پڑیں اور مرزا کا کام تمام کر دیں جب مرزا بیچ بین نہ رہیگا تو اس کے تمام ملازم جو دولتِ ہمایون کے نمک خوار ہیں مجبور ہو کر حاضر خدمت ہو جائیں گے ہمایون نے بیرم کی اس رائے پر تحسین کی مگر اپنی پاک طینتی سے اس پر عمل نہ کیا۔

یہ واقعہ اگر کسی درویش کی پیشین گوئی سے منسوب ہو تو ارباب عقیدت اس کو کشف، کرامت، کمال وغیرہ سے تعبیر کرتے لیکن کیا ایک تجربہ کار جرنیل کی پیشین گوئی کو اسکی حیرت انگیز دانشمندی تعجب خیز فرزانگی اور بے نظیر تفرس پر محمول نہیں کیا جاسکتا؟ ہمایون دلی پر قابض ہو چکا تو اس نے پٹھانوں کے استیصال کی غرض سے جو پنجاب کے پہاڑوں میں پھیلے ہوئے تھے ۹۶۳ھ میں اکبر کو فوج دیکر بھیجا۔ خان بابا بیرم بحیثیت اتالیق اور سپہ سالار اکبر کے ہمراہ تھا۔ یہ ہم دشمن کے تعاقب میں پہاڑ کی طرف جا رہی تھی جب ہریانہ کی حدود میں پہونچی تو ایک قاصد کے ذریعہ سے ہمایون کے انتقال کی خبر پہونچی، بیرم نے اس خبر کو بڑی حرم و احتیاط سے چھپا رکھا اور اکبر کی پیش قدمی روک کر اسکو کلا نور کی طرف لے گیا اور اسکی تسلی و تشفی کرتا رہا۔

بیرم آئین سلطنت سے واقف تھا اور سمجھتا تھا کہ ان موقعوں پر حکومت کا رشتہ کس قدر نازک ہو جاتا ہے، نیز ایسے انقلابات جسم سلطنت میں کس نوع کی خرابیاں پیدا کر دیتے ہیں۔ اس نے بمقام کلا نور لشکر کے امراء کو جمع کر کے شاہانہ دربار کیا اور دوپہر کے وقت جمعہ کے دن۔ ساتویں ربیع الثانی ۹۶۳ھ کو تلج شاہی

اکبر کے سر پر رکھا۔ ۵۱
 باوجود اس کے کاروبار سلطنت میں کسی طرح کا اختلال پیدا نہ ہوا
 تمام کام بدستور جاری رہے۔

بعض سرداروں سے فرد و بغاوت کا اندیشہ تھا۔ منجملہ ان کے شاہ
 ابوالمعالی بھی تھے، بیرم نے شاہ ابوالمعالی کو اپنی حکمت عملی سے گرفتار کر لیا
 اور یہ زبردست کام ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ کسی نے کان
 بھی نہ ہلایا، اس نے جب دیکھا کہ شاہ ابوالمعالی تاج پوشی کے دربار میں
 شریک نہیں ہوا اور اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا یا وہ گوی کر تا رہا تو بیرم
 نے تیسرے دن پیغام بھیجا کہ بعض مہات میں آپ کا مشورہ درکار ہے
 کچھ دیر کے لئے تشریف لائے پھر رخصت ہو کر لاہور چلے جائیے۔

ابوالمعالی نے کہلا بھیجا کہ میں ہمایوں کے غم میں مصروف ہوں،
 مجھے اور کسی بات کا ہوش نہیں لیکن میں آؤں تو ہمارے نئے
 بادشاہ مجھ سے کس طرح پیش آئیں گے اور میرا کیا اعزاز کریں گے۔ میرے
 بیٹھے کو کونسی جگہ مقرر ہے۔

بیرم کو صرف شاہ صاحب کا بلا نام مقصود تھا اس نے ان کے سب
 مطالبات منظور کر لئے تو شاہ صاحب تشریف لائے، بعض امور ملکی

کے متعلق گفتگو بھی ہوئی۔ اس کے بعد دسترخوان بچھایا گیا، شاہ ابوالمعالی نے سلاہی کی طرف ہاتھ بڑھائے اس حالت میں تو لوک خان توپ خانہ کے انسر نے پیچھے سے آکر شاہ صاحب کے بازو باندھ لئے شاہ صاحب تلوار کی جانب پھرے مگر جس سپاہی کے پاس تلوار رہتی تھی اسکو پہلے سے ہٹا دیا گیا تھا ۵

شاہ صاحب کو گرفتار کر کے نیکے بعد بیرم نے ان کو قتل کرنا چاہا مگر اکبر نے اپنے ترجم خسروانہ سے صرف قید رکھنے پر اکتفا کی۔ بیرم خان کے دسترخوان پر تیس ہزار شمشیر زن کھانا کھاتے تھے وہ اگر چاہتا تو ابوالمعالی کو ایک اشارے میں گرفتار کر لیتا لیکن تلوار ضرور چلتی۔ خون بہتا قتل و غارت کی نوبت آتی اور خواہ مخواہ ایک مبارک موقعہ پر جنگ و جدل کی ضرورت واقع ہوتی، اور حال یہ تھا کہ سلطنت کی ابتدا تھی۔ اکبر کی حکمرانی کا آفتاب ابھی ابھی طلوع ہوا تھا۔ معاملات نازک تھے ایسے وقت میں یہ عمل کیا جاتا تو سارے لشکر میں ہل چل پڑ جاتی اور نہ معلوم کیا کیا گٹھل گٹھلے۔ بیرم نے ایسی تدبیر کی کہ شاہ کو بغیر خون کا ایک قطرہ بہائے اور بلا تلوار کو بے نیام کئے گرفتار کر لیا۔ اس سے سارے فتنے

اپنی اپنی جگہ دفن ہو کر رہ گئے۔

اکبر کے آغاز دولت میں، ہیمو بقال نے جو سکندر شاہ کا وزیر تھا خروج کیا۔ اور اگرہ پر متصرف ہو کر دہلی کی طرف پیش قدمی شروع کی ترودی بیگ اس وقت دلی کا حاکم تھا اس نے ہیمو کا مقابلہ کیا لیکن ہیمو بڑا شجاع و دلیر تھا اس کے علاوہ اسکے پاس ساز و سامان بھی بہت تھا۔ ترودی بیگ اسکی دلیرانہ یلغار کی تاب نہ لاسکا، ہیمو نے دہلی پر بھی اپنی فتح کا پرچم اڑا دیا۔

ترودی بیگ مغل سردار سے اس مقابلہ میں یہ غلطی ہوئی کہ اس نے امدادی فوج کا انتظار کئے بغیر نا عاقبت اندیشانہ سرعت سے ہیمو پر حملہ کر دیا حالانکہ بعض اہل المرائے کی یہ صلاح تھی کہ قلعہ بند ہو کر بادشاہی امداد کا انتظار کروا دیجب موقعہ ملے مکمل دشمن پر شب خون مارو بعض نے یہ مشورہ دیا کہ علی قلی خان جنہل سے آتا ہے۔ اس کا انتظار کرو وہ زبردست فوجی سردار ہے، دیکھتے اس موقع پر اسکی کیا صلاح ہوتی ہے مگر ترودی بیگ ہیمو کے مقابلہ کو نکل آیا اور بالآخر شکست کھائی۔ ماسوا اس کے دوسری جنگی غلطی یہ ہوئی کہ اس نے علی قلی خان سیتانی وغیرہ کو متفق کر کے اس شکست کی کوئی تلافی نہ کی نہ کسی محفوظ جگہ پناہ گیر ہو کر شاہی امداد کا انتظار کیا بلکہ ولایت دشمن کے

پہر دکر کے نوشہرہ پہنچ گیا۔

علی قلی خان کو میرٹھ میں اس دل شکن شکست کی خبر پہنچی لیکن وہ تنہا اس ہم سے عمدہ برا نہ ہو سکتا تھا۔ اسلئے اس نے بھی نوشہرہ کا راستہ لیا، اکبر کو جالندہر میں اس واقعہ کی اطلاع ہوئی چونکہ پنجاب کے علاوہ دوسرے تمام صوبوں پر افغانی اقتدار قائم ہو چکا تھا اس واسطے اکبر کے لئے یہ واقعات نہایت ہوش ربا ثابت ہوئے اس نے اپنے تمام حالات بیرم کی اصابت رائے پر چھوڑ دئے تھے بیرم نے اکبر کو مطمئن کیا۔ اور ان واردات خاص پر غور کر نیکلے لئے اس نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں تمام اُمراء دولت کو مجتمع کر کے ان مہمات کے متعلق ان کی رائے لی گئی۔

چونکہ غنیم کا لشکر ایک لاکھ سے زیادہ تھا اور اکبر کے پاس صرف بیس ہزار فوج تھی اسلئے سب کی یہی رائے ہوئی کہ اسوقت کابل چلنا چاہیئے اگلے سال سامان کر کے پھر آجائیں گے لیکن بیرم نے سرداروں کی یہ پست ہمتی دیکھی تو اُن سے مخاطب ہو کر کہا۔

اب سے ایک سال قبل میں اور تم شاہ جہت نشین کیا تھا آئے اور تلوار کے زور سے ہندوستان زیرِ نگین کیا اس وقت ہمارے پاس کچھ بھی نہ تھا محض لطیف خنداوندی کے بھر و سپر یہ زبردست ارادہ کیا تھا تو خدا نے فضل سے لشکر و پیہ سامان

سب کچھ ہے، البتہ کمی ہے تو یہ کہ وہ عالی حوصلہ بادشاہ نہیں پہنچو
 ہمیں شکر کرنا چاہیو کہ ہمارے ہمراہ تو اُس کا سایہ ہمارے سر پر موجود
 ہے۔ آخر کس لئے ہم ہمت ہار دین کیا اسلئے کہ ہمارا بادشاہ نوجوان ہے
 افسوس ہے ہم پر کہ ہم نے جس بادشاہ کے بزرگون کا عمر بھر تک کھایا
 اُسکو موت کے منہ میں چھوڑ کر بھاگنے کے لئے آمادہ ہیں اور جس ملک
 کو ہمارے آباؤ اجداد نے خون کی ندیاں بہانیکے بعد حاصل کیا تھا
 اب ہم اُسکو چھوڑنے پر تیار ہیں۔

دوستو! خدا کے لئے ہمت نہ ہارو، مرد بنو، ہمت ہار کر بھاگ
 جاؤ گے تو کس کو منہ دکھاؤ گے، سب کہیں گے کہ ایک لڑکے کو میدان
 میں چھوڑ کر بھاگ آئے۔

بیرم کی یہ اثر انگیز تقریر سنکر سب خاموش ہو گئے۔ اکبر نے احرار سے
 کہا کہ دشمن سر پر پہنچ چکا ہے اس سے بچکر نکل جانا دشوار ہے،
 میری رائے میں یہی مقابلہ ہی بہتر ہے۔

پھر بیرم سے کہا۔ خان بابا۔ بادشاہ مغفور نے بھی تمہیں مختار کل
 کر دیا تھا۔ میں اپنے سر اور انکی روح کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ جو مناسب
 اور قرین مصلحت ہو کرو۔ دشمنوں کی پرواہ نہ کرو۔

اکبر کے منہ سے یہ الفاظ سنکر احرار کے لب بند ہو گئے۔ بیرم نے

سب کی حوصلہ افزائی کی اور جو لوگ دلی سے شکست کھا کر آئے تھے ان کے نام تسلی آمیز فرمان جاری کئے۔ حضرت خان کو جو بابر شاہ کا داماد یعنی گلبدن بیگم (مصنفہ ہمایون نامہ) کا شوہر تھا۔ لاہور کا حاکم کر کے سکندر شاہ کے مقابلہ کو بھیجا گیا۔ اکبر بہ نفس نفیس ہیمو کی سرکوبی کے لئے تیار ہوا اور خدا کے لطف و کرم سے مظفر و منصور ہوا۔ جب نوشہرہ میں ہیمو کے مقابلے سے بھاگے ہوئے امراء قدمبوس ہوئے تو بیرم خان نے تردی بیگ کو اس تفصیر کی پاداش میں جو اس سے سرزد ہوئی تھی ایسے وقت جب بادشاہ شکار میں مصروف تھا اپنے گھر بلا کر سراپردہ کے قریب قتل کرادیا۔ جس وقت بادشاہ شکار سے واپس آیا تو بیرم خان نے عرض کیا (یہ روایت مائثر رحیمی ملا پیر محمد سے کہلا یا دیکھو مائثر رحیمی صفحہ ۶۵) میں جانتا تھا کہ آپ اس معصیت کے باوجود جس کا تردی بیگ نے ارتکاب کیا تھا اپنی خسروانہ مرحمت سے اسے قتل میں تامل فرمائیں گے اور ایسی حالت میں جبکہ دشمن قریب پہنچ گیا ہے۔ افغانوں نے ہندوستان پر قبضہ کر لیا ہے اسکو معاف کرنا مصلحت کے خلاف تھا اس لئے میں نے بلا استمراج اسکو قتل کر دیا۔ بادشاہ نے بیرم کی دوراندیشی پر بہت تحسین کی۔ ظاہر ہے کہ بیرم خان تردی بیگ کو قتل نہ کرتا تو قوم چغتائی کا

ضبط نہ ہو سکتا اور یقیناً شیر شاہ والا قصہ پیش آتا اس قتل کا یہ اثر
ہوا کہ تمام امراء غفل اپنی اپنی جگہ کانپ کر رہ گئے، سرکشی و نفاق
کے خیالات ان کے دماغوں سے قطعاً محو ہو گئے۔

بعض مورخوں نے بیرم پر یہ الزام لگایا ہے کہ اسکو تردی بیگ سے
خصوصیت تھی اور تردی بیگ کے خرمین جیات کو اس آتش خصوصیت
ہی نے جلا کر خاک کر کیا لیکن تاریخ جاننے والے جانتے ہیں کہ تردی بیگ نے
علاوہ ضعف تدبیر کے ہیرو کے مقابلہ میں کیسی بزدلی کا اظہار کیا تھا چنانچہ غفل آباد
کا مارا ہوا میدان محض تردی بیگ کی دون ہمتی سے ہاتھ سے گیا ورنہ تردی بیگ
کی فوج کے ہرا دل اور زمین آگے بڑھ کر حریف کے شکر پر ایسی زبردست طمر لگائی تھی کہ
غنیم کے لشکر کی صفیں الٹ کر رکھ دی تھیں اور انھیں ہوڈل، پلوں تک
ڈھکیل دیا تھا۔ اسوقت تردی بیگ ذرا بھی ہمت کرتا اور کھڑا تماشہ نہ
دیکھتا رہتا تو یقیناً میدان اسی کے ہاتھ تھا۔ پھر ان واقعات کی موجودگی
میں کیا کوئی صاحب غفل کہہ سکتا ہے کہ تردی کا قتل محض بیرم کے
ذاتی غنا پر مبنی تھا ممکن ہے بیرم تردی بیگ سے خصوصیت ہو لیکن
یہ دشمنی اپنی جگہ تھی۔ اس قتل میں اس کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ اس
قتل کی حیثیت بالکل انتظامی اور سیاسی ہے اور سیاست و انتظام
ملکی کے سلسلہ میں دوستی و دشمنی پر نظر نہیں کی جاتی، ہمیں یہ نہ دیکھنا

چاہئے کہ بیرم، تردی بیگ سے خصوصیت یا سو رمزاجی رکھتا تھا بلکہ صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ آئین جنگ کے اعتبار سے اس کا فعل کیا تھا؟ اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ قواعد جنگ اور اسوقت کی حالت کا جبکہ چغتائی فوج کا ہر سردار اپنے آپ کو مطلق الغان تصور کرتا تھا۔ یہی اقتضا تھا، تا کہ سرداران فوج کے قلوب سطوت و ہیبت شاہی سے کانپنے لگیں۔

یہ دونوں واقعات یعنی بیرم کا امراء دربار کے خلاف آمادہ پیکار ہونا۔ اور تردی بیگ کے قتل میں حکیمانہ تعجیل روا رکھنا جس قدر اہم ہیں اس سے زیادہ بیرم کی جنگی قابلیت، اسکی دورانیشی، عاقبت بینی، اور صابیت فکر و راستے پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ امر بالکل واضح ہے کہ اگر کابل کی روانگی پر بیرم ہی رضا مند ہو جاتا تو سلطنت مغلیہ کی صولت و سطوت ہمیشہ کے لئے دفن ہو جاتی کیونکہ ایسے زبردست دشمن کے پاؤں جم جانیکے بعد اکھڑنے مشکل ہو جاتے اور اسکو اپنا تسلط و اقتدار قائم کرنے کی کافی مہلت مل جاتی۔ بیرم کی دانشمندی و فرائیگی کا یہ نہایت روشن ثبوت ہے کہ اس نے دشمن کو زیادہ قوی نہ ہونے دیا اور اسکی تادیب میں تاخیر روا نہ رکھی اسی طرح تردی بیگ کا مقتول ہونا اگرچہ بعد کو خود بیرم کے حق میں مضرت ثابت

ہوا کیونکہ اسکی معزولی کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی تھا لیکن دولت
مغلیہ اسکی پیش بندی کے اس احسان عظیم سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی
اور حقیقتاً مغلیہ ایوان حکومت کے نقش و نگار بہت حد تک ترویج
کے خون رنگین اور بیرم کی چابک دستی کے شرمندہ احسان ہیں۔

ملا عبد القادر بدائی شعرا کے سلسلہ میں بیرم کا تذکرہ کرتے ہوئے
لکھتے ہیں کہ بیرم نہایت درویش دورت، صاحب حال، نیک اندیش
آدمی تھا اسکی حسن تدبیر سے ہندوستان دوبارہ فتح ہوا نہ صرف فتح
ہوا بلکہ تعمیر ہند میں اسکی مساعی جمیلہ اور سرفروشانہ کوششوں
کو بہت زیادہ دخل ہے ۵۱

صاحب مائثر الامار لکھتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں جب اکبر خرد
سال اور ناتجربہ کار تھا۔ سوائے پنجاب کے تمام ملک اس کے تصرف
سے نکل گیا تھا، افغانوں نے زبردست جمعیت مہیا کر کے سلطنت کا
بلند بانگ دعویٰ بلند کر دیا تھا۔ بیرم نے اکبر کی رفاقت اور دولت
خواہی میں بہت کچھ کیا ۵۲

ان تاریخی شواہد سے جہان بیرم کی وفاکشی، خیر اندیشی کے جذبات
بے پایان کا اظہار ہوتا ہے وہاں اس بات کا پتہ بھی چلتا ہے کہ موخ

موج اکی صابت فکر و رائے کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔
 واقعہ یہ ہے کہ بیرم نے اپنی خداداد قابلیت اور بے نظیر فرا نگی
 سے ہندوستان میں دو مرتبہ حکومت مغلیہ کی بنیادیں مستحکم کیں
 پہلی مرتبہ ہمایوں کی زندگی میں جب وہ ہر قسم کے ذرائع سے مایوس
 ہو کر ہندوستان سے نکل گیا تھا۔ دوسری مرتبہ عہد اکبری میں جب
 ہیمو بقال نے زمین ہند سے اس کے پیر اکھاڑ دئے تھے اور اگرہ
 ودہلی پر اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ دئے تھے۔

آمین ملک داری | بیرم کہنے کو تو سپہ سالار اور وکیل مطلق تھا
 مگر حقیقت میں اس کی حیثیت بالکل ایک
 بادشاہ کی تھی اور یہ حیثیت اُسے اکبر ہی کے زمانہ میں نہیں بلکہ ہمایوں کے
 عہد میں ہی میر تقی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ عصر ہمایونی میں اس کے اختیار
 شاہی لباس میں اور اسکی تجاویز ہمایوں کی زبان سے پوری ہوتی
 تھیں اور اکبر کے دور حکومت میں یہ واسطہ باقی نہ رہا تھا جو حکم بیرم کی
 زبان سے نکلتا تھا وہ شاہی حکم ہوتا تھا۔ تقریباً چار سال تک اکبر
 کی یہ کیفیت رہی کہ جس طرح بیرم نے چاہا اُسی طرح ہوا، اکبر کو اس میں
 دخل دینے کی ضرورت نہ ہوتی تھی، اکبر صرف شکار، نیزہ، چوگان
 بازی کا بادشاہ تھا۔ امور سلطنت سے اُسے کوئی واسطہ نہ تھا

یہ کام بیرم کے ہاتھ میں تھا۔ چنانچہ جاگیر، انعام، عزل و نصب، اور اسکے علاوہ بھی کل کاروبار ملکیت بیرم کے سپرد تھے۔

وہ زمانہ کچھ ایسا تھا کہ اگر کافی جمعیت پاس نہیں ہے، باز و طاقت مردانہ سے عاری ہیں تو انسان کو زندگی میں کوئی امتیاز میسر نہ ہوتا تھا، بیرم کے دامن دولت سے اہل قلم اور اہل سیف سب ہی وابستہ تھے اور اس رشتہ کی مضبوطی ہمیشہ وہ مد نظر رکھتا تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنی مطلق العنانی کے دور میں اپنے رشتہ داروں، ملازموں، اور متوسلون کو نہایت سرسبز، زرخیز جاگیریں عنایت کیں۔ اور اپنے خیراندیشوں کی تالیف قلوب میں ذرا کمی نہ کی۔

بیرم خان تالیف قلوب میں خاص مہارت رکھتا تھا کسی کو بھائی کسی کو بھتیجا بنا لینا اس کے نزدیک معمولی کام تھا۔ جن موقعوں پر بڑے بڑے اہل تدبیر ہتیار ڈال دیتے تھے۔ بیرم کا زور تدبیر اور حسن اخلاق وہاں ایسے کرشمے دکھاتا تھا کہ زبان آفرین کہے بغیر باز نہیں رہ سکتی ایک طرف سے ہیمو کی فوج دریا کی طرح اُڈی چلی آرہی تھی دوسری طرف سے سکندر سورجس نے سپاڑوں کو دارلامن بنایا تھا متحرک ہوا تیسری طرف سے کانگریس کے راجہ رام چند نے بھی پر پرزے جھاڑ کر تیاری شروع کی۔

بیرم نے ہیو کے لئے یہی انتظام کیا۔ سکندر کا بھی بندوبست کیا رہے راجہ سوالکا یہ انجام ہوا کہ بیرم نے ان سے بڑے نیاک کے ساتھ نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کیا اور بالآخر اپنی مرضی کے موافق عہد نامہ لکھا کر حضوری میں بلایا۔

قوم لکھڑو جو نوشیروان سے اپنا سلسلہ نسب ملائی تھی اور جہلم سے ایک نیک پہاڑوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ نہایت شوریدہ سر، اور حکومت کی دعویٰ دار تھی قوت کا یہ حال تھا کہ شیر شاہ کو بھی اس قوم کے بعض سرداروں نے ناک چنے چبا دئے تھے بابر و ہمایوں پر بھی کم و بیش انکا اثر پڑا تھا۔ اکبر کنیرا میں سلطان آدم اور اسکے بہائی اس قوم کے زبردست سردار تھے اور اکثر جنگ جہلم میں مصروف رہتے تھے اس لئے ان کے آزمودہ کار باز و غلیہ شہنشاہیت کو کافی مضرت پہونچا سکتے تھے بیرم خان نے اپنی حکمت عملی اور حسن تدبیر سے سلطان آدم کو بلایا سلطان آدم، مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطان پوری کے توسل سے دربار میں حاضر ہوا۔ بیرم نے ہندوستان کی رسم کے موافق اسے اپنا پگڑی بدل بہائی بنایا۔

اسکے علاوہ رعایا کی خوشحالی اور رفاه پر بھی اسکی نظر۔ ہستی تھی ہندوستان اسکے عہد میں نہایت مزہ الحال تھا بلکہ زینت و دولت

کے باعث عروس کا حکم رکھتا تھا چنانچہ ملا عبدالقادر بدائونی اپنے پیرد
مرشد شیخ داؤد چینی دال کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

”در عہد یم خان کہ بہترین عہد ہا بود و ہند“
”حکیم عروس داشت جامع ادراق در آگرہ“
”طالب علمی می کرد۔ ۵۱“

جرات اور الو العز می جو ملک داری اور جہان بینی کیلئے نہایت
ضروری چیزیں ہیں۔ بیرم میں بدرجہ کمال موجود تھیں اس کے
نزدیک جو تدبیر مناسب ہوتی تھی وہ اس کو علمی جامہ پہنانے میں
کبھی متامل نہ ہوتا تھا نہ ایسے موقعہ پر کسی کی مروت اور رعایت
کرتا تھا۔ یہی وہ باتیں ہیں جو نصاب سیاست میں خالص ہست رکھتی ہیں
غرض جو اوصاف جہان بینی کے لئے درکار ہیں تقریباً تمام بیرم
کی ذات میں مجتمع تھے۔

۵۲۔ جلوس میں جب سکندر جالندہر کے
ہیٹروں میں محصور ہو گیا تھا اور لشکر شاہی
نے قلعہ مانکوٹ کو گھیر رکھا تھا اکبر اور بیرم
میں معمولی باتوں پر اختلاف ہو گیا۔ حساد نے اس آگ کو بھڑکی کی کوشش

۵۳۔ منتخب التواریخ صفحہ ۲۸۹ تذکرہ شیخ داؤد چینی دال

کی، سوء اتفاق سے بیرم علالت کے باعث کئی روز تک دربار میں نہ جاسکا حریفون نے اس موقع سے خاص فائدہ اٹھایا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ بیرم کے ذہل نکلا ہوا تھا اور وہ سوار ہونے سے معذور تھا۔ اسی دوران میں اکبر کو ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے کا شوق ہوا۔ اس نے فتوٰہ اور لکنہ ہاتھیوں کو منگوا کر ان کی لڑائی کا تماشہ دیکھنا شروع کیا۔ دیر تک ہاتھی لڑتے رہے کبھی فتوٰہ نے لکنہ کو ڈھکیل دیا کبھی لکنہ نے فتوٰہ کو دیر تک پیچھے ہٹا دیا۔ اسی کشمکش میں اتفاقاً ہاتھی لڑتے لڑتے بیرم کے خیموں پر جا پڑے۔ تماشا بینوں کا ہجوم اور پھر ہاتھیوں کی لڑائی ایک ہنگامہ بن گیا، بازار کی دکانیں الٹ پلٹ ہو گئیں۔ بیرم بھی شور و غوغا سن کر گھبرایا ہوا باہر نکل آیا۔ بیرم کو شمس الدین محمد خان اتک پرشبہ ہوا کہ شاید اس نے بادشاہ سے کچھ کہا ہوا اور ہاتھی اُسی کے اشارے سے ادھر بھیجے گئے ہوں۔

خان خانان نے ماہم اتک کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ خانہ زاد سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی، پر اس خفگی اور بے اعتنائی کا کیا سبب ہے کہ جان نثار کے خیمہ پر ہاتھیوں کی فوج چڑھا دی گئی۔ اگر خیر خواہ دولت سی کوئی گستاخی ہو گئی ہو یا خلاف واقعہ کوئی بات سمع مبارک تک پہنچی ہو

تو اطلاع دیجائے تاکہ غلام عذر کر سکے۔ اسی کے ساتھ بیرم نے ایک خاتون کو
میرم مکانی کے پاس محل میں بھیجا۔ ماہم نے بیرم سے خود ہی اصل واقعہ کہدیا
کہ باقی کسی کے اشارے سے خیمہ کی طرف نہیں آئے بلکہ اتفاقاً آگئے
اور قسم کھا کر بیرم کو یقین دلایا کہ تمہاری طرف سے کوئی بات کسی نے
بادشاہ سے نہیں کہی نہ بادشاہ کو اس قسم کا کوئی خیال ہے۔

لاہور کے مقام پر شمس الدین خان اتکہ اپنے بیٹوں کو لیکر بیرم کے
پاس آئے اور کلام پاک پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ میں نے خلوت یا جلوت
میں کوئی بات تمہاری نسبت بادشاہ سے نہیں کہی، نہ آئندہ ایسا
قصہ رکھتا ہوں، مگر بیرم کو اب بھی اطمینان نہ ہوا آخر اکبر نے خود ہی
سلیم سلطان کا عقد بیرم سے کر کے اُسکی بدگمانی کو مٹا دیا۔

ازدواج و اولاد ۹۶۵ھ میں جب اکبر لاہور سے دہلی جا رہا تھا
تو اُٹنائے راہ میں جالندھر کے مقام پر خود اکبر شاہ کے ارشاد سے بیرم
اور سلیم سلطان بیگم کا عقد مناکحت نہایت دہوم و ہام سے عمل میں آیا
یہ واقعہ ۹۶۵ھ صفر ۵۴ء

بیرم نے اس عقد کی مسرت میں شاہانہ جشن کئے اکبر امراء کو لیکر

۱۵۱ اثر الامراء صفحہ ۳۷۵ ۵۴ اثر رحیمی صفحہ ۶۵۸

۵۴ تاریخ فرشتہ جلد اول بیان اکبر ۵۴ اثر رحیمی صفحہ ۶۵۸

بیرم کے گھر گیا، خان خانان نے لوگوں کو خوب نعام و اکرام دے۔
 بخاری اور مادراء النہری ترکون کو بیرم و سلیمہ کا یہ ازدواج پسند
 نہ آیا آنھوں نے سخت ناراضی کا اظہار کیا۔ انکا اعتراض یہ تھا کہ بیرم
 ایرانی ترکمان ہونیکے علاوہ ملازم ہے اسکے گھر ہماری شہزادی کا
 جانا سخت توہین ہے جس کو ہم گوارا نہیں کر سکتے۔ پیر محمد خان نے
 اس اختلاف کو اور بڑھا دیا۔ اگرچہ سلیمہ سلطان کو خود ہمایون اپنی زندگی
 میں اُس عنایت و خلوص کے باعث جو اُس کو بیرم سے تھا اُس سے
 منسوب کر چکا تھا اور یہ خیال تھا کہ فتح ہند کے بعد سلیمہ کا عقد بیرم سے
 کر دیا جائیگا لیکن یہ بات وقت کے انتظار میں رکی ہوئی تھی اسوقت
 د حسب روایت ماثر رحیمی) بیرم نے خود خواہش کی اور ماہم امکہ نے
 اس معاملہ میں خاص کوشش کی چنانچہ ایک ہفتے میں عقد و رخصتی
 کی رسم ادا ہوئی ۵۱

جہانگیر اپنی نوزک میں سن ہفتم جلوس کے حالات میں اس عقد کے
 متعلق لکھتا ہے۔

”حضرت جنت آشیانی این خواہر زادہ خود را از روئے“

”شفقت تمام نامزد بیرام خان نموده بودند بعد از“

”شنقار شدن ایشان در آغاز سلطنت حضرت“
 ”عرش آشیانی این کہ خدائی واقع شدہ“

میری رائے میں اس شادی کو سیاسی ازدواج سے تعبیر کرنا چاہیے
 کیونکہ جس وقت یہ شادی ہوئی اس وقت سلطان سلیم بیگم کی عمر
 تقریباً پانچ سال کی تھی۔ بیگم کی پیدائش ۹۶۱ھ میں ہوئی تھی اور ۹۶۵ھ
 میں شادی ہو گئی، اس شادی کا مقصد صرف بیرم خان کا اعزاز اور
 اس سے سلطنت کا رشتہ مضبوط کرنا تھا۔ جبوقت یہ شادی ہوئی ہے
 اس سے کچھ پہلے وہ واقعہ طور پذیر ہو چکا تھا جس کا ابھی تذکرہ کیا گیا ہے
 اور لکھا گیا ہے کہ اتفاقاً دو ہاتھی لڑتے لڑتے بیرم کے خیمہ پر جا پڑے
 تھے، اکبر کو یہ خیال ہی تھا کہ بیرم کے دل پر اس واقعہ کا اثر باقی نہ رہے
 ورنہ پانچ سال کی عمر میں شادی کی غایت اسکے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی
 سلیم سلطان بیگم کی والدہ کلچ بیگم دختر بابر شاہ ہمایون کی حقیقی بہن
 تھیں، اس رشتہ سے سلیم سلطان بیگم ہمایون کی بہانچی ہوئی، سلیم کے
 والد مرزا نور الدین محمد نقشبندی خواجہ زادون سے تھے ۹۵۳ھ

سلیم سلطان بیگم نہایت پاک طینت، شیریں کلام، حاضر جواب،
 ۱۵۷۰ھ توڑک جہانگیری کفری صفحہ ۱۱۵ اکبر نامہ میں مکران بیگم تحریر ہوئی کہ اکبر نامہ جلد
 اول صفحہ ۱۶۵ ۱۵۷۱ھ تا ۱۵۷۲ھ فرشتہ جلد اول و توڑک جہانگیری صفحہ ۱۱۵

سلیقہ شعار، صاحب تدبیر خاتون تھیں، جب خاندان سلطنت میں کوئی
 پیچیدہ معاملہ پیش آتا تو انہیں کے ناخن تدبیر سے سلجھتا تھا۔ پڑھی
 لکھی تھیں، مطالعہ کا بہت ذوق رکھتی تھیں، خود ہی سخن فہم اور سخن
 سنج تھیں۔ ارباب سخن کی بھی بہت قدر دانی کرتی تھیں طبیعت
 نہایت بلند اور پاکیزہ تھی۔ جہانگیر اپنی توزک میں لکھتا ہے۔
 ”وہ بہ جمیع صفات حسنہ آراستگی داشتند“
 ”در زمان این مقدار ہنر و قابلیت کم“

”جمع می شود ۵۱“

غرض سلطان سلیمہ بیگم تمام اُن خوبوں سے آراستہ اور متصف
 تھیں جو عصمت اور پاکیزہ ولی کے ساتھ ملکر سونے پر سہاگہ کا کام
 دیا کرتی ہیں۔ چونکہ طبیعت موزون تھی اس لئے کبھی کبھی شعر و سخن میں
 بھی طبع سلیم کے جوہر دکھائی دیتے تھے تخلص تھا (یہی تخلص زیب النساء
 کا ہی تھا) سلیمہ سلطان بیگم کا یہ ایک شعر مشہور ہے ۵۲
 کاکلت را من زمستی رشتہ جان گفته ام
 مست بودم زین سبب حرف پریشاں گفته ام

۹۸۲ء میں اکبر کی بیوی گلبدن بیگم کے ہمراہ حج کو گئیں متواتر چار حج
 ۵۱ توزک جہانگیری صفحہ ۱۱۱ ۵۲ جہانگیر نامہ کشوری صفحہ ۷۷۱ و ۷۷۲ اسلام ارضیہ
 علیہ ۳

کئے۔ واپسی کے وقت جہاز تباہی میں آگیا اور ایک سال تک اہل جہاز کو عدن میں قیام کرنا پڑا۔ ۹۹ھ میں ہندوستان واپس آئیں۔
تمام مورخوں نے سلیمہ سلطان بیگم کو تعریف اور عزت سے یاد کیا ہے
جہانگیر نامہ میں لکھا ہے کہ بلا مبالغہ سلیمہ سلطان بیگم بہت اچھی بیگم تھیں
خدا مغفرت کرے ۱۵

بیرم کی وفات کے بعد شہنشاہ اکبر نے سلیمہ سلطان بیگم سے عقد کر لیا تھا۔
شاہ جہانگیر شیخ ابوالفضل کے واقعہ کی بنا پر اکبر سے بہت شرمندہ تھا
شہنشاہ اکبر سلیمہ سلطان بیگم کو جہانگیر کے پاس بھیجا تاکہ شاہانہ نوہر شمس و
عنایات کا امیدوار کریں اور اس حجاب کو دور کر کے ان کو اپنی ہمراہ
بادشاہ کی خدمت میں لائیں۔ چنانچہ سلیمہ سلطان بیگم نے جہانگیر کو غواطف
شاہی کی توقعات دلائیں۔ اور اسکے شیشہ دل سے توہات کا گرد و غبار
دور کیا۔ اس کے بعد جہانگیر سلیمہ سلطان بیگم کی معیت میں بادشاہ کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ ۱۵

۱۶۲۳ء کے واقعات میں جہانگیر نے اپنی توزک میں لکھا ہے کہ جو وقت
نور جان بیگم کی والدہ نے ”عطر گلاب“ ایجاد کیا تو ہمیں اس عطر کی

۱۵ جہانگیر نامہ کشوری صفحہ ۶۷ ۱۶ ماثر الامم صفحہ ۳۷۷ منتخب للباب جلد دوم

صفحہ ۱۵۱ جہانگیر نامہ صفحہ ۶۷ ۱۷ دیباچہ توزک جہانگیری صفحہ ۱۱

خوشبو بہت پسند آئی۔ ہم نے ان کو ایک عقدہ وارید بطور انعامِ محبت کیا، سلیمہ سلطان بیگم نور اللہ مرقدہ تشریف رکھتی تھیں انہوں نے ”عطرِ جانیگری“ اس کا نام رکھا۔ ۱۰

ملا عبد القادر بدایونی کو ایک مرتبہ سلیمہ سلطان بیگم کی وجہ سے گرفتار ہونا پڑا تھا۔ انھوں نے اس جیل میں بیگم پر اپنی تایید میں طنز کیا ہے واقعہ یہ تھا کہ ملا صاحب نے نامہ خرد افزا (شکاسن بتیسی) کا ترجمہ کیا تھا بیگم کو اس کے مطالعہ کا شوق ہوا مگر اس کا کوئی نسخہ شاہی کتب خانہ میں موجود نہ تھا۔ بیگم نے بادشاہ سے کہا۔ اکبر نے کہا ملا عبد القادر سے لیکر دیکھلو۔ ملا صاحب اس وقت وطن گئے ہوئے تھے اور رخصت کے علاوہ پانچ مہینے اور وطن میں گزار دے تھے بادشاہ ان کی غیر حاضری سے تنگ تھے بیگم نے بار بار کہا تو بادشاہ نے آدمی بھیج کر ملا صاحب کو گرفتار کرایا اس غصہ میں ملا صاحب نے بیگم پر طنز کیا ہے۔ چنانچہ ۹۸۲ھ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔ اس سال سلیمہ سلطان بیگم جو پہلے بیرم کے عقد میں تھیں اور پھر حرمِ شہنشاہی میں داخل ہو گئی ہیں ۱۰ سفر حجاز کے لئے آمادہ ہوئیں۔

۹۶۸ھ جب بیرم سفر حج کو جاتے ہوئے شہید ہوا تو سلیمہ سلطان بیگم

اور عبدالرحیم خان، خاں خانان جسکی عمر اسوقت تقریباً ساڑھے چار سال کی تھی بڑی دشواریوں اور پریشانیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے دبا اکبری مین پہنچے۔

۱۰۔ اردی قعد ۱۰۲۱ھ مین جسوقت شہنشاہ جہانگیر باغ دہرہ مین مقیم تھا اطلاع ہوئی کہ سلیم سلطان بیگم نے انتقال کیا اسوقت بیگم کی عمر ساٹھ سال کی تھی اس خبر سے جہانگیر کو سخت صدمہ ہوا ۱۱

سلیم سلطان بیگم کے علاوہ حسن خان میواتی کے چچا زاد بھائی جمال خان کی لڑکی سے بھی بیرم کی شادی ہوئی تھی جس کے بطن سے ۹۶۴ھ مین عمد مغلیہ کا نامور خان عبدالرحیم خان خانان پیدا ہوا۔ یہ شادی سلیم سلطان بیگم کے عقد سے پہلے ہوئی تھی۔ اس رشتہ سے اکبر بیرم کا عزت و تہا کیونکہ جمال خان کی بڑی لڑکی اکبر سے منسوب تھی ۱۲

بیرم کی اولاد مین صرف عبدالرحیم خان خانان کا نام لیا جاسکتا ہے اور کسی اولاد کا حال کسی کتاب سے معلوم نہیں ہو سکا۔ مرزا عبدالرحیم ۹۶۴ھ مین جب بیہو کی مہم فتح ہو چکی تھی بمقام لاہور پیدا ہوا۔ یہ زمانہ بیرم کے بڑے کا تھا۔ اکبر شکار کھیلتا ہوا لاہور کی طرف آ رہا تھا کہ ۴ افر صفر کو جمعرات کے دن اطلاع آئی کہ بیرم خان کی بیوی کے جو خاندان میوات سے ہے

سلسله كتاب "محمد بيوم خان تونمان"



عبدالرحيم "خان خانان" ابن محمد بيوم خان "خان خانان"

لڑکا پیدا ہوا ہے ۵۰ بادشاہ نے جشن کیا اور بیرم نے اس خوشی میں خوب روپیہ لٹایا۔ اکبر عبدالرحیم کو مرزا خان کہا کرتا تھا، مرزا خان نہایت حسین تھا جسوقت باہر نکلتا تھا۔ لوگ پوچھا کرتے تھے یہ کون خان زادہ ہے، مصور مرزا خان کی تصاویر کیا کرتے تھے، عبدالرحیم خان کی عمر تقریباً ساڑھے چار سال کی تھی کہ بیرم کی شہادت واقع ہوئی۔ باپ کے جان نثار بڑی مصیبتوں سے عبدالرحیم اور سلیمہ سلطان بیگم کو لیکر دربار میں پہنچے۔

بیرم کے انتقال کے وقت بروایت ماثریجی عبدالرحیم کی عمر چار سال کی تھی بعض تاریخوں میں تین سال کی عمر لکھی ہے لیکن صحیح یہ کہ بیرم کی شہادت کے وقت تقریباً ساڑھے چار سال کی عمر تھی کیونکہ عبدالرحیم اوّل ۹۶۴ھ میں پیدا ہوا اور جمادی الاول ۹۶۸ھ میں یہ حادثہ پیش آیا اس حساب سے بیرم کے انتقال کے وقت عبدالرحیم تقریباً ساڑھے چار سال کا تھا اور دربار اکبری میں جسوقت وہ پہنچا کہ تو اسکی عمر پانچ سال سے کچھ زیادہ تھی

۹۶۶ھ میں عبدالرحیم کی موت واقع ہوئی ہے اور انتقال کے وقت اسکی عمر ۷۲ سال تھی اس حساب سے بھی جمادی الاول ۹۶۸ھ

میں اسکی عمر چار سال اور کچھ ماہ ہوتی ہے، اگر ۹۶۸ھ میں اسکی عمر
 تین سال تسلیم کی جائے گی تو ۳۶۱ھ میں اسکا زمانہ حیات ۷۱
 سال ہوگا حالانکہ یہ غلط ہے، چنانچہ جب انگیر نے اپنی توڑک میں انتقال
 کے وقت اسکی عمر ۷۲ سال لکھی ہے بہر حال صحیح یہی ہے کہ بیرم کی
 وفات کے وقت عبدالرحیم خان کی عمر ساڑھے چار سال کے قریب تھی
 بیرم کی شہادت کے بعد اسکے نمک خوار مرزا خان کو دیکھ کر آنسو بہایا
 کرتے تھے۔ خدا کی قدرت دیکھتے کہ نامور باپ کا یہ ہونہار بیٹا ایسے
 مرتبہ پر پہونچا کہ اگر اسکے کارنامے جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب
 تیار ہو جائے۔ ماثر رحیمی اسکے دلچسپ حالات سے بہری پڑی ہے۔
 عبدالرحیم نہایت شجاع اور صاحب ہمت تھا اکثر کتا بین اس نے
 تصنیف کیں۔ نہایت شیریں کلام شاعر تھا ہندی اور فارسی میں
 بہت ہی پرکیف اشعار کتا تھا۔ اسکے ہندی اور فارسی اشعار آج بھی بنگالوں
 پر جاری ہیں، عذنی۔ ترکی۔ فارسی۔ ہندی۔ سنسکرت، سے خوب
 واقف تھا۔ بہت حاضر جواب، لطیفہ گو، بذلہ سنچ تھا۔ اسکی شجاعت
 و شہامت کے تین کارنامے بہت مشہور ہیں (۱) فتح گجرات و شکست مظفر
 (۲) فتح جنگ سہیل جس نے ستر ہزار سوار قراہم کر لئے تھے عبدالرحیم نے
 صرف بیس ہزار سوار سے مقابلہ کر کے دو دن ایک رات کی سخت

رطائی کے بعد شکست دی (۳) فتح ٹھٹہ و ملک سندھ، غرض اکبر کے زمانہ میں عبدالرحیم نے خوب ترقی کی اور بڑے بڑے کار نمایان کئے مگر عہد جہانگیری میں اسکی ترقی رک گئی سنہ ۳۶۱ھ میں بہتر سال کی عمر میں بمقام دہلی اجل طبعی سے فوت ہوا۔ عبدالرحیم کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے جہانگیر نے اسکی قابلیت و شجاعت کی بہت ستائش کی ہے چنانچہ لکھتا ہے

”خان خانان و قابلیت و استعداد کیتائے روزگار،

”بود زبان عربی و ترکی و فارسی و ہندی می دانست“

”و از اتمام دانش عقلی و نقلی حتی علوم ہندی بہرہ وافی“

”داشت و در شجاعت و شہامت و سرداری بر آیتے“

”بل آیتے بود“

عمارات ۹۶ھ میں اکبر نے بیرم کے سایہ اتالیقی میں سرہند کے مقام پر اسی ہزار افغانوں کو شکست دی تو بیرم نے یادگار کے طور پر کٹھ

منار بنایا اور اس مقام کو ”سرمنزل“ سے موسوم کیا ۵۲

اگرہ میں دریا کے کنارے بیرم کا ایک عالیشان محل تھا جو بیرم کی بربادی کے بعد منعم خان ”خان خانان“ کو انعام میں دیا گیا ۵۲

۵۲ توڑک جہانگیری صفحہ ۲۲۹ ۵۲ دربار اکبری صفحہ ۹۰

۵۳ دربار اکبری صفحہ ۲۳۲

اسکے علاوہ لاہور میں ہی بیرم کا ایک محل تھا جس میں عبدالرحیم خان
خانان پیدا ہوا تھا۔

تصانیف فارسی و ترکی زبان میں بیرم کے تمام و کمال دیوان موج
ہیں اس کے علاوہ اس نے استادون کے اشعار پر اصلاحین کی
تھیں اور انکا مجموعہ ”ذخیرہ“ کے نام سے مرتب کیا تھا۔ ان اصلاحوں
کو بڑے بڑے استادون نے تسلیم کر لیا تھا۔

معمر کے بیرم کی مختلف حیثیتوں کو واضح کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا
ہے کہ اسکے ان معرکوں کو بھی قلمبند کیا جائے جو اس نے اپنی جوانمردی
و شجاعت طبعی کے ماتحت سر کئے چونکہ اس قسم کے معرکے ہمایون اور اکبر
دونوں کے عہد سلطنت میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ اس لئے الگ الگ
ان کا بیان کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔

عمر ہمایوں کے معمر کے (۱) ہمایوں نے ۹۵۲ھ میں قندھار فتح
کر کے حسب قرار داد بدایع خان قاجار کے سپرد کر دیا اور خود کابل کی
طرف چلا گیا مگر امرائے دولت کی یہ صلاح ہوئی کہ جاڑے کا موسم قریب
ہے عیال و اسباب کے ہمراہ لے چلنا دشواری سے خالی نہیں مناسب
ہے کہ قندھار سے بدایع خان کو ہٹا دیا جائے تاکہ حرم شاہی اور ملازمان

سرکار کے اہل و عیال کو آرام سے بیان رہنے کا موقع ملے۔ بادشاہ کو یہ مشورہ پسند آیا چنانچہ بدراغ خان کو پیام دیا گیا کہ حرم شاہی کے رہنے اور ضروری سامان رکھنے کی غرض سے چند مکانات ہمیں دیدہ جائیں لیکن بدراغ نے صاف انکار کر دیا۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ قلعہ چند روز کے لئے مستعار مانگا گیا تھا۔ اور وعدہ کیا گیا تھا کہ کابل و بدخشان فتح کر کے تم کو واپس کر دیا جائیگا۔ بہر حال خواہ قلعہ مانگا گیا ہو یا چند مکانات جو غالباً قلعہ کے اندر ہی ہونگے۔ بدراغ خان نے کسی بات کو منظور نہ کیا۔ جواب میں کہہ دیا جب تک ہمارے بادشاہ کا حکم نہ آئیگا ہم یہاں سے نہ جائیں گے۔

ہمایون خاموش ہو گیا مگر بیرم خان۔ بالغ مرزا۔ اور حاجی محمد خان کو مخفی طور پر ہدایت کر دی کہ قلعہ کی تسخیر سے غافل نہ رہیں۔ ایک دن کچھ اونٹ جن پر غلہ لدا ہوا تھا شہر میں آئے۔ حاجی محمد خان اونٹوں کی قطار کی آڑ میں قلعہ کے دروازے تک پہنچ گیا۔ دربان مانع ہوئے تو حاجی نے اُن کو قتل کر دیا۔

اسی وقت بیرم خان نے گندگان دروازہ سے حملہ کیا۔ بالغ مرزا بی فوج بیکر قلعہ میں داخل ہو گیا۔ بدراغ خان نے جنگ میں مصلحت نہ دیکر عراق جانے کی اجازت مانگی۔ ہمایون نے بیرم کو قندھار کی

حکومت پر فائز کیا ۱۵

۲۔ بیرم کا ایک معرکہ وہ تھا جو اُس نے ہیبت خاں، تاتار خان کے مقابلہ میں سر کیا جس کے صلہ میں دربار شاہی سے خطاب عطا ہوا تھا۔ اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

۳۔ تاتار خاں، ہیبت خان کی شکست کے بعد سکندر شاہ انٹی ہزار سوار توپ، فیلمان جنگی لیکر پنجاب کی طرف متوجہ ہوا۔ ادھر سے بیرم خان نے نوشہرہ پہنچ کر اس کو مضبوط کیا۔ سکندر شاہ بھی نوشہرہ کے قریب تھوڑے فاصلہ پر فروکش ہوا۔ بیرم نے عریضہ بھیج کر ہمایون کو بھی بلایا پہلے قلعہ میں بیٹھ کر جنگ ہوتی رہی پھر جب ۹۶۲ھ کی پہلی تاریخ کو جب شہزادہ محمد اکبر قراولی پر متعین تھا۔ افغانوں نے لڑائی کے لئے مصیفین درست کین اور جنگ بادشاہی کے درپے ہوئے مغلوں کی فوج بھی سرفروشی کے لئے تیار ہو کر شاہزادہ کی خدمت میں پہنچ گئی ایک طرف سے بیرم خان اپنے آدمیوں کو لیکر بڑھا۔ دوسری طرف سے سکندر خان عبداللہ خان اوزبک، اور شاہ ابوالمعالی، علی قلی خان سیستانی، بہادر خان، تردی بیگ، بقا عہد چنگیزی حملہ آور ہوئے اور ایسی بہادری سے لڑے کہ افغانوں کو شکست دیکر چھوڑی۔ سکندر خان کوہ

۱۵ تاریخ فرشتہ جلد اول بیان ہمایون۔ اصل میں یہ لڑائی سرہند پر ہوئی تھی، تاریخ

سوالک کی طرف بھاگ گیا۔ اس فتح کے بعد آگرہ، دہلی، بہاولپور کا دوبارہ قبضہ ہوا۔ بیرم خان کو جاگیر اور عنایات شاہی سے سرفراز کیا گیا کیونکہ اس نے فتح میں حقیقتاً اُسی کی جواغردی اور اصابت رائے کار فرمائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مورخوں نے فتح ہند کا ذکر کرتے ہوئے بیرم خان کا نام اول نمبر پر لکھا ہے ۵۷

عہد اکبر کے معرکے | اس عہد کا سب سے بڑا معرکہ ہیمو بقال کا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اکبر کو تھانیس میں اطلاع ہوئی کہ دشمن کا توپ خانہ بیس ہزار پٹھانوں کے ساتھ پانی پت پہنچ گیا ہے۔

اس اطلاع کے بعد بیرم خان نے نہایت استقلال سے فوج کے دو حصے کئے ایک کو اپنی ماتحتی میں لیکر بادشاہ کے ہمراہ رہا۔ دوسرے حصے کو جہین کار آرمودہ امیر تھے علی قلی خان سیستانی کی سپہ سالاری میں دشمن کے مقابلے کو بطور ہراول بھیجا۔ بیرم نے اپنی خاص فوج بھی اس حصے کے ساتھ کر دی تھی۔

فرشتہ کا بیان ہے کہ نو خہرہ پر یہ مجاہد ہوا تھا لیکن واقعہ یہی ہے کہ سرہند کو میدان جنگ بنایا گیا تھا۔ چنانچہ ”کلمہ سار“ سرہند ہی میں تعبیر ہوا ہے (کوثر) ۵۷ تاریخ فرشتہ جلد اول بیان بہاولپور ۵۷ دیکھو اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۳۷۱

علی قلی خان سرعتِ برق کیساتھ بڑھا اور کڑال بیونچکر دشمن سے آتشخانہ
چھین لیا۔

جب ہیملو کو خبر ہوئی کہ آتش خانہ ہاتھ سے نکل گیا تو سیاہ بادل کی
طرح دہلی سے پانی پت کی طرف بڑھا اور پانی پت کے میدان میں آکر
فوج پھیلا دی۔

علی قلی خان دشمن کی کثرت سے خائف نہ ہوا نہ اس نے بیرم سے
امداد طلب کی۔ اپنی فوج کو لیکر ہیملو پر جا پڑا۔ فریقین میں نہایت زبردست
جنگ ہوئی۔ میدان کا رزار بہا درون کے خون سے لالہ زار بن گیا۔

اکبر کے لشکر میں کسی کو جنگ کا خیال بھی نہ تھا۔ وہ اطمینان سے کڑال
سے چلکر چند کوس پر مقیم ہوتے۔ میدان جنگ یہاں سے پانچ کوس پر
واقع تھا لشکرِ دُلعبی کے ساتھ ابھی آکر اتر ا تھا۔ چہروں پر راستہ کا گرد و
غبار جما ہوا تھا کہ ایک سوار نے آکر خبر دی کہ مقابلہ ہو گیا۔ دشمن کی فوج
تیس ہزار ہے۔ علی قلی خان کیساتھ صرف دس ہزار جو انہر دتھے اگرچہ دشمن کی تعداد
تین گنی ہو مگر علی قلی خان ہمت کر کے دشمن سے دست و گریبان ہو گیا ہے۔ بیرم نے
فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور ایک میر اپنی اپنی فوج لیکر کھڑا ہوا۔ بیرم گھوڑے
پر سوار ہو کر فوج کا معائنہ کر رہا تھا اور فوج کے دل بڑھا رہا تھا
اسی اثناء میں نقارے کی آواز فضا میں گونجی اور لشکر کو حرکت ہوئی۔

شکر اہی تھوڑی ہی دور چلتا تھا کہ ایک سوار نے آکر فتح کا مشرودہ سنایا ۱۵
 ۹۶۳ء میں پانی پت کے میدان میں یہ مقابلہ ہوا تھا حقیقت یہ ہے
 کہ یہ جنگ بالکل بیرم خان کی دانشمندی سے فتح ہوئی کیونکہ مجمل اسین
 شریک تھے وہ تردی بیگ کا قتل دیکھ چکے تھے اس لئے خوب جی توڑ
 کر لڑتے تھے۔ اسکے علاوہ بہادران بیرم خانی بھی اسین شریک تھے اور
 شاہ قلی خان جس نے ہیمو کو گرفتار کیا ہے بیرم ہی کے ملازمان خاص
 میں شمار ہوتا تھا۔ اسبوجہ سے اس جنگ کے بیرم کے معرکوں میں تحریر
 کیا گیا ہے۔ خاص میدان جنگ کی تفصیل لکھ دینا بھی غالباً باعث
 دلچسپی ہوگی اور نقشہ جنگ سے بھی ناظرین باخبر ہو جائیں گے۔
 علی قلی خان سیتانی المخاطب بہ ”خان زمان“ ۲ محرم ۹۶۳ء
 کو بروز جمعہ علی الصباح صفوف جنگ درست کر کے مصروف قتال ہوا
 فریقین کے مبارز میدان جنگ میں گھوڑے دوڑانے لگے بہادروں نے
 اپنی اپنی خون آشام تلواریں فضائیں چمکائیں اور مردانہ دانشماعت
 دینے لگے۔ مغل نہایت ہمت واستقلال سے لڑ رہے تھے کہ ہیمو
 بقال ”ہوائی“ نامی ہاتھی پر سوار ہو کر حملہ آور ہوا۔ اور آن واحد میں
 مغلوں کی فوج کے مقدمہ سے تین چار ہزار آدمیوں کو درہم و برہم
 کر دیا۔ اسکے بعد فوراً قلب فوج کی طرف جہان علی قلی خان کھڑا تھا

مستوجہ ہوا بہادران ہیرم خانی ہی اس صف میں موجود تھے انہوں نے یہ حال دیکھ کر نہایت بیگبری سے جنگ کی، آلات حرب کا بہت تیزی و ہوشیاری سے استعمال کیا۔ اسی دوران میں جبکہ فریقین پر فتح و شکست کا یہ ”بحرانِ تام“ طاری ہوا ایک نئے ہیرو کی آنکھ میں جا لگا اگرچہ کاری نہ تھا لیکن افغانوں نے جب اسکی آنکھ سے خون بہتا ہوا دیکھا تو وہ بھاگ نکلے۔ ہیرو نے اس حثیم زخم کے باوجود اس قدر جرأت سے کام لیا کہ تیرا نکمہ سے نکال کر رومال کس لیا اور تھوڑی سی جمعیت کیساتھ مضطربانہ حملہ کرنے لگا۔ اسی حالت میں شاہ قلی خان محرم اسکے ہاتھی کے قریب پہنچا مگر اسے معلوم نہ تھا کہ یہ ہاتھی ہیرو کا ہے اس لئے شاہ قلی نے فیلبانوں پر حملہ کیا فیلبانوں نے اپنی جان بچانے کی غرض سے ہیرو کا پتہ دیا۔ شاہ قلی نجات کی یادری سے کامیاب ہوا۔ اس ہاتھی کو معہ فیلبانوں اور ہیرو کے میدان جنگ سے ایک طرف لاکر بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ مغلوں نے افغانوں کا پیچھا کیا۔ بادشاہ میدان سے تین کوس کے فاصلے پر تھا جب شاہ قلی خان ہیرو کو بادشاہ کے حضور میں لایا تو ہیرم نے عرض کیا کہ بادشاہ اپنے ہاتھ سے ایک تلوار اسکے رسید کر کے جہاد اکبر“ میں شامل ہوں۔ بادشاہ نے اپنی تلوار ہیرو کے سر پر رکھ دی پھر ہیرم خان نے اپنے ہاتھ سے ہیرو کو قتل کر دیا ۱۵

تاریخ فرشتہ جلد اول بیان اکبر زندہ اکرام صفحہ ۷۷۷ و تزک جابگیری صفحہ ۷۷

بعض تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ جب ہیمو پابستہ اکبر کے سامنے لایا گیا تو شیخ گداؤی کہنہ نے اکبر سے کہا کہ جہاد کیجئے مگر اکبر نے ایسا نہ کیا تو بیرم نے بادشاہ کا ایسا پیکر یہ شعر پڑھا۔

چہ حاجت تیغ شاہی را بخون ہر کس آلودن
تو بنشین و اشارت کن بجشمے یا بہ ابروئے

اور بیٹے بیٹھے ایک ہاتھ رسید کیا پھر شیخ گداؤی نے ہی ایک تلوار باری بعض مورخوں نے اعتراض کیا ہے کہ ہیمو کا قتل کیوں روا رکھا گیا جبکہ وہ ایک منتظم، دلیر، انسان تھا ممکن تھا کہ سلطنت کے کاموں میں اس سے امداد ملتی مگر واقعہ یہ ہے کہ ہیمو کو زندہ چھوڑ دینا اس وقت کے حالات نظر کرتے ہوئے سخت خطرناک تھا۔

بیرم سے اکبر کا انحراف | خواجہ کلان بیگ کا بیٹا مصاحب
بیگ جو نہایت شریروں و مفسد تھا اور

جس کو اپنے باپ دادا کے حقوق پر بہت ناز تھا۔ بیرم سے حسب مراتب پیش نہ آتا تھا۔ بیرم نے اس کو اپنے حکم سے قتل کرا دیا۔ یہ قتل امرائے چغتائی کو نہایت ناگوار ہوا خود بادشاہ کو بھی اس کی ہلاکت کا ملال ہوا ۱۵
یہ بیان تاریخ فرشتہ کا ہے دوسری تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا

۱۵ تاریخ فرشتہ بیان اکبر۔

کہ اس قتل کی وجہ صرف اسکی فتنہ پر دازی تھی کیونکہ مصاحب بیگ شخص تھا جس کو ہمایون منافق کہا کرتا تھا جو قتل کا بل میں ہمایوں کا گھرانہ مقابلہ میں صف آرا تھا تو مصاحب بیگ ہمایوں کے پاس تھا مگر اندرونی طور پر کامران سے سازش کر رہا تھا یہاں کی اطلاعات کے پاس پہنچا تھا حتیٰ کہ اسنے اپنی منافقت سے ہمایوں کو میدان جنگ میں زخمی کر دیا اسکلے نتیجہ یہ ہوا کہ ہمایوں کو شکست ہوئی اور کا بل ہاتھ سے نکل گیا اور اکبر چپائے ہاتھوں میں گرفتار ہو کر دوبارہ قید ہو گیا۔

ایک مرتبہ ہمایوں کا بل کے فواح میں کامران کے سردار آتما مصاحب بیگ اور اسکلے بھائی مبارز بیگ ہمایوں کے ہمراہ تھا ایک روز کسی اطلاع کی کہ مبارز بیگ مقتول ہوا۔ ہمایوں نے بہت افسوس کیسا کہا کاش اسکی جگہ مصاحب بیگ مارا جاتا اکبر کے عہد میں شاہ ابوالمعانی باغی ہوا تو مصاحب بیگ بھی اسکے ساتھ ہو گیا، خان زمان نے بغاوت کی تو اسکا ساتھ دیا اور بیٹے کو مہر وار مقرر کر دیا۔ اسکے بعد بڑی مشکلوں سے دہلی آیا۔ بیرم نے اسکی اصلاح میں بہت سعی کی مگر اس کا دماغ درست نہوا اور خاص دار الخلافہ میں بھی فتنہ پر دازی شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر بیرم نے اسکو قید کر کے یہ رائے قائم کی کہ مکہ معظمہ روانہ کر دیا جاتے مگر ملا پیر محمد نے جو اسوقت خان خانان کے مصاحب تھے قتل کر نیکی رائے دی۔ آخر بحث و تمحیص کے بعد یہ قرار پایا کہ ایک پرچہ پر قتل ایک پر نجات لکھ کر

دونوں کو تکیہ کے نیچے رکھ دیا جائے پھر ایک پرچہ نکالا جائے جو اس پر لکھا ہوا اسی پر عمل کیا جائے کہ وہی غیب کا حکم ہے۔ چنانچہ جس پرچہ پر قتل لکھا ہوا تھا وہ برآمد ہوا اور صاحب بیگ کے فتنہ و فساد کی آگ تلوار کے پانی سے ہمیشہ کیلئے بجھ گئی۔ امرائے شاہی مین چہ میگوئیان ہونے لگیں، کوئی کہتا تھا کہ قدیم نمک خواروں کی اولاد ایسی بیدردی سے قتل کی جاتی ہے اور کوئی پرسش نہیں ہوتی۔ کوئی تیموری خاندان کی یہ پرانی خصوصیت یاد دلاتا تھا کہ اس خاندان مین خاندانی نوکروں کی ہمیشہ عزت ہوتی ہے۔

ابھی یہ فونی قصہ لوگوں کے دلون سے محو نہ ہوا تھا کہ بیرم خان اپنے وکیل ملا پیر محمد کے درپے ہوا جو اب امیرالامراء کے درجے پر فائز اور وکیل مطلق تھا۔ اسکے علاوہ ملا بادشاہ کا استاد اور نہایت مغرر شخص تھا۔ امراء و ارکان دولت اکثر اسکے بیان بار نہ پاتے تھے اس قضیہ نامرضیہ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ سٹہ جلوس مین اکبر دہلی سے آگرہ کو روانہ ہوا، بیرم اور ملا پیر محمد ایک دن شکار کے سلسلہ مین صبح کے وقت چلے جا رہے تھے، بیرم نے اپنے رکابداروں سے کہا بھوک لگی ہے ناشتہ کے لئے کوئی چیز موجود ہے؟ اتنے مین ملا صاحب نے کہا کہ اگر کچھ دیر توقف فرمائیے تو جو کچھ موجود ہے حاضر

کیا جائے۔ بیرم خان ایک درخت کے سایہ میں ٹھہر گیا، دسترخوان بچھایا گیا، تین سو پیاپیاں شربت کی، سات سو غوریاں کھانے کی حاضر کی گئیں۔ بیرم کو ملا پیر محمد کا یہ انتظام دیکھ کر حیرت ہوئی۔ اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہا مگر دل میں ایک قسم کی خلش پیدا ہو گئی۔

اگرچہ پہونچکر سوئے اتفاق سے ملا پیر محمد علیل ہو گئے۔ بیرم ان کی عیادت کو گیا مگر ملا کے دربانوں اور غلاموں نے بیرم کو روک کر کہا کہ تھوڑی دیر ٹہرے ہم آپ کے آنے کی اطلاع سرکار میں کئے دیتے ہیں وہاں سے اجازت آنے پر اندر تشریف لے چلے گا۔ بعض موقع لکھتے ہیں کہ ایک اوزبک غلام دروازہ پر تھا جو ملا اور بیرم کے فرق مراتب نیز ان کے قدیمی تعلقات سے آگاہ نہ تھا اسلئے اس نے بیرم کو اجازت حاصل ہونے تک روک دیا تھا۔ بہر حال بیرم اس بے ادبی سے بہت آزدہ ہوا اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا کیونکہ ملا چالیس برس اس کے دامن سے وابستہ تھا۔ ملا کو جس وقت بیرم کے آئین کی اطلاع ہوئی تو باہر نکل آئے۔ اور معذرت کر کے بیرم کو دیوانخانے میں لیگئے ملا کہتے جاتے تھے کہ معاف فرمائیے دربان آپ سے واقف نہ تھا بیرم نے کہا بلکہ تم ہی مجھے نہ پہچانتے تھے۔ اس پر یہ اورستم ہوا کہ بیرم کے آدمیوں میں سے ایک شخص کے علاوہ کسی کو اندر جانے کی

اجازت نہ ہوئی ۱۵

دو تین روز کے بعد خواجہ امینا اور میر عبداللہ نجفی کو بیرم نے ملا کے پاس بھیج کر کہلایا کہ غالباً تم اُس زمانہ کو نہ بھولے ہو گے جب طالب علمی اور نامرادوی کے عالم میں تم قندہار وارد ہوئے تھے اور ہم نے تم میں قابلیت و اخلاص کے آثار دیکھ کر تم کو فقرو طالب علمی کی پستی سے نکال کر معراجِ ترقی تک پہنچایا۔ خانی، سلطانی، اور درجہ امیرالامرائی پر ہماری دستگیری سے فائز ہوئے مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ تم تنگ حوصلہ ہو۔ اس لئے بعض مصالح کی بنا پر تمہارے شیشہ غور و خود بینی کو توڑ ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ تمہارے دماغ سے کبر و نخوت کا مادہ فاسد دور ہو کر مزاج کی اصلاح ہو جائے۔ بہتر ہے کہ علمِ تقارہ، اور جملہ سامانِ حشمت سپرد کر دو۔ ملا بین تاب نہ ہتی کہ خان خانان کے حکم سے سرتابی کر سکتا۔

بیرم نے ملا سے علم وغیرہ چھین کر بادشاہ کے بغیر حکم ان کو قلعہ بیانہ میں مجبوس کر دیا۔ ملا صاحب نے بیرم کے نام پر ایک رسالہ لکھ کر اسکو شیفع بنایا مگر بیرم نے اس پر کچھ التفات نہ کیا اور چند روز کے بعد گجرات ۱۵ ماثر جمی صفحہ ۶۶۴ و منتخب الباب صفحہ ۱۲۲ و تاریخ فرشتہ بیان اکبر

کی طرف نکال دیا وہاں سے کشتی میں بٹھا کر مکہ معظمہ بھیج دیا۔
 ملا پیر محمد کو مغزول کر کے بیرم نے حاجی محمد خان سیستانی کو
 بادشاہ کا اُستاد اور وکیل مطلق مقرر کیا بادشاہ کے دل میں ملا
 پیر محمد کے واقعہ سے تکرر پیدا ہوا تو بیرم نے تسخیر گوا لیا رکا قصہ چھپڑ
 کر بادشاہ کو اُدھر مشغول کر دیا ۵

شیخ گدائی کنبوہ پسر شیخ جمالی نے چونکہ ہایون کے آشوب
 سلطنت میں بیرم کی گجرات میں امداد کی تھی اس لئے بیرم نے انہیں
 منصب صدارت عطا کر کے تمام اکابر و مشایخ ہند سے ممتاز کر دیا
 بیرم خود بھی انکے گھر جایا کرتا تھا۔ بادشاہ بھی کئی بار شیخ گدائی کے
 بیان گئے۔ اس پر لوگوں میں خوب چہ میگوئیان ہوئیں۔
 کوئی کچھ بھی کہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بیرم پر سلطنت کا عظیم نشان
 بار تھا وہ جو کچھ کرتا تھا محض اس بوجھ کو نبھانے کے لئے ملا پیر محمد
 کی مغزولی اس کی سرکشی کا نتیجہ تھی۔ ظاہر ہے کہ سرکش ملازم سے
 کام نکلانے میں کیا دشواریاں پیش آتی ہیں۔ کاروبار سلطنت حقیقہ
 نازک ہوتے ہیں سب جانتے ہیں۔ اگر سرکشوں پر بھروسہ کر لیا جا
 تو وقت پران سے کوئی کام نہیں لیا جاسکتا۔ رہا شیخ گدائی کی

لغاتایخ فرشتہ بیان اکبر

صدارت کا معاملہ۔ سو اس میں زیادہ تر شیخ گدائی کے حقوق کا لحاظ رکھا گیا ہے، کیونکہ بیرم کی رفاقت شیخ گدائی نے یہی سمجھ کر کی تھی کہ وہ ہالو کا ملازم ہے۔ نیز اس امید پر کہ کبھی زبانہ پھر لگے گا تو اس کا صلہ ضرور ملے گا۔ آئین سلطنت کے مطابق اس وقت شیخ گدائی کو منصب صدارت عطا کیا جانا موجب اعتراض نہیں ہو سکتا، جو لوگ برسے وقت میں کام لگے ہیں اگر اچھے وقت میں انکی خدمات بھلا دی جائیں تو آئندہ کسی کو کیا توقع ہو سکتی ہے؟ بہر حال بیرم جو کچھ کر رہا تھا، نہایت ایمان داری اور اصول کے ساتھ کر رہا تھا۔

وہ یہ وقت تھا کہ بیرم کے ستارہ اقبال کی روشنی کم ہونے لگی تھی اور پراسکی تجاویز نکتہ چینیان کی جانے لگیں تھیں۔

بیرم نے جب یہ باتیں سنیں اور بادشاہ کو بھی آزر دہ دیکھا تو گویا پریشانی کا اہتمام کیا۔

گوا بیار کا علاقہ عرصہ سے خود سر تھا بادشاہی فوج اسکی خود سری کا تذکر کرنے لگی تھی مگر ناکام رہی۔ اب بیرم نے بادشاہ کی امداد کے بغیر اپنی ذاتی فوج اور اپنے ذاتی خرچ سے گوا بیار پر چڑھائی کی۔ خود جا کر مردانہ اور دلیرانہ جنگ کے بعد قلعہ اور ملک فتح کیا۔ اس سے بادشاہ بھی خوش ہو گئے اور معتزین کے منہ بھی بند ہو گئے۔

مشرقی ملک میں افغانوں کے ڈر سے کوئی امیر نہ جاتا تھا۔ علی قلی خان خان زمان، جو بیرم کا دست راست تھا اور حریف اسکو بھی تیز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اس مہم پر گیا اور ایسا کارناما کیا کہ سب نے تحسین و آفرین کی صدائیں بلند کیں، کالپی و چندیری کی بھی یہی کیفیت تھی بیرم نے اُدھر بھی مَنج کیا لیکن امیروں نے امداد کی جگہ مخالفت کی دشمن سے سازشیں کیں نتیجہ یہ ہوا کہ بیرم بہت سی فوج اور روپیہ ضایع کر کے ناکام واپس آیا۔

اسی دوران میں شیخ محمد غوث برادر شیخ بہلول جو خاندان مغلیہ پر حق خدمت رکھتے تھے اور افغانوں کی یورش کے وقت گجرات چلے گئے تھے اپنے فرزندوں اور مریدوں کیساتھ درگاہ شاہی میں حاضر ہوئے مگر بیرم کو اپنی طرف متوجہ نہ دیکھ کر اپنے مسکن قدیم گوالیار کی جانب چلے گئے۔ بادشاہ اس معاملے کے باعث دوبارہ بیرم سے مکدر ہو گیا۔ بیرم نے بادشاہ کو مشغول کر نیکی غرض سے بہادر خان برادر علی قلی خاں سیستانی کو دیپالپور کے طلب کئے مالوے کی تیغ پر متعین کیا اس مہم کا چرچا پورا ہوا۔ بیرم نے درخواست کی کہ فدوی خود جا کر اپنے خج سے اس مہم کو سر کرے گا۔ بیرم خود فوج لیکر مالوہ گیا مگر یہاں بھی امرائے دربار نے منافقت سے کام لیا اور اعانت کی جگہ بدخواہی لے کر فرشتہ بیان اکبر۔

پر کمر باندھی۔ گرد و نواح کے زمینداروں میں مشہور کر دیا کہ بیرم پر شاہی عتاب ہے اور بادشاہ کی جانب سے خفیہ احکام لکھ کر اسال کئے کہ جہان موقع ملے بیرم کو قتل کر دیا جائے۔ ان افواہوں سے بیرم کا اثر زائل ہو گیا اور بے نیل مرام مالوے سے واپس آیا۔ بیرم نے بنگالے کی مہم پر کمر باندھی یہاں بھی دوست نہاد دشمنوں نے ساتھ نہ دیا جتنے ہوئے کام کو بگاڑا۔ اب بیرم پر یہ الزام لگایا گیا کہ جہان جاتا ہے دانستہ کام خراب کر دیتا ہے۔

ایک اور قصہ یہ پیش آیا کہ بادشاہی ہاتھیوں میں سے ایک ہاتھی بگڑا اور فیلبان کے سنبھل نہ سکا، فیلبان نے بہت روکا مگر نہ رکا اور بیرم خان کے ہاتھی سے جاڑا، دوران جنگ میں شاہی ہاتھی نے بیرم کے ہاتھی کے ایسی مکر لگائی کہ اسکی آنتیں نکل آئیں۔ بیرم نے خفا ہو کر شاہی فیلبان کو قتل کر دیا ۱۷

انہیں دنوں میں خاصہ کا ایک دست ہاتھی دریائے جننا میں گھسکر شرارت کرنے لگا۔ بیرم خان کشتی میں بیٹھا ہوا سیر کرتا پھر ہاتھ ہاتھی کشتی کی طرف چلا۔ ایک ہنگامہ بپا ہو گیا ہر طرف سے شور و غل ہوا ملا حوں کے حواس خراب ہو گئے، بیرم بھی پریشان ہو گیا مگر خیریت

ہوئی کہ فیلبان نے ہاتھی پر قابو پا لیا اور بیرم اس ناگمانی آفت سے بچ گیا۔ اکبر کو خبر ہوئی تو اس نے جہاوت کو باندھ کر بیرم کے پاس بھیج دیا۔ بیرم نے بلا پس پیش اس کو بھی قتل کر دیا۔ بادشاہ کو اسکا بہت شوق رہا۔ بیرم سے ایک اور غلطی یہ ہوئی کہ شاہی خاں کے ہاتھی امراء کو قسیم کر دے کہ وہ انکی تربیت اپنے طریق پر کرتے رہیں۔ بادشاہ کو ہاتھیوں سے خاص دلچسپی تھی وہ اس انتظام سے ذرا پریشان ہوا۔

اگرچہ بیرم کا یہ فعل ایک انتظامی صورت رکھتا تھا اسمین مصلحت یہ تھی کہ بادشاہ کے خیالات ہاتھیوں کے مشغلہ میں پریشان رہتے ہیں جس سے امور سلطنت پر اچھا اثر نہیں پڑتا لیکن مخالف نگاہیں کسی چیز کے محاسن تک نہیں پہنچا کرتیں۔ بلکہ ان کو عیوب کی تلاش رہتی ہے۔ چنانچہ بیرم کے دشمنوں نے جن میں اکبر کی دایہ ماہم بیگم اور ان کے فرزند ادہم خان، شہاب خان نے جو ماہم کا رشتہ کا داماد تھا اکبر کے کان بھرنے شروع کئے۔ طرح طرح کی باتیں گھڑ کر اکبر سے بیان کرتے تھے اکبر ماہم اور اس کے اعزہ کا بہت احترام کرتا تھا۔ اسلئے انکی باتوں کا بھی اس پر اثر ہوتا تھا۔ پھر سلطنت ایسی چیز ہے جس میں قدرتِ انکی کی شرکت گوارا نہیں ہوتی اور اب اکبر میں حکمرانی کا جذبہ بھی پیدا

ہو گیا تھا پھر جو باتیں اکبر سے کہی جاتی تھیں وہ بھی معمولی نہ ہوتی تھیں مثلاً
 بیرم آپکو بچہ سمجھتا ہے اُس کا خیال ہے کہ جب چاہیگا آپ کو تخت سے
 اتار دیگا۔ شاہ ایران سے اسکی خط و کتابت ہوتی ہے، وہ شاہ ایران
 کے پاس عرضیاں اور تحائف بھیجتا رہتا ہے۔

بیرم کے مخالفین نے ایک کارروائی یہ کی کہ جن لوگوں کے متعلق
 اُن کو گمان تھا کہ بیرم کی مخالفت میں وہ کسی وجہ سے حصہ لے سکتے ہیں
 انکے پاس آدمی بھیج کر اُن کو اپنا شریک بنایا۔

شیخ محمد غوث گوالیار سی جن کا ابھی تذکرہ کیا جا چکا ہے دربار سے
 علیحدہ ہو چکے تھے اور اس علیحدگی کا الزام بیرم ہی پر تھا اس لئے
 ان کے پاس بھی خط و بھیج کر اُن سے روحانی امداد طلب کی گئی جبکو
 اُنھوں نے منظور کر لیا۔

اگرچہ اکبر بیرم کی جان فروشانہ خدمات کا کافی اثر تھا مگر اس کے
 ساتھ ہی اُسکو اپنی بیدست و پائی اور اپنے ”شاہ شطرنج“، ہونے کا
 بھی اتنا ہی احساس تھا۔ اکبر نہ کسی کو ملازم رکھ سکتا تھا نہ کسی کو کچھ
 دے سکتا تھا اس کے برخلاف بیرم کے وابستگان دامن عمدہ عمدہ علاقوں
 میں تعینات تھے اور بہت خوش و خرم تھے بادشاہی نوکروں کو اجڑی
 ہوئی جاگیریں ملتی تھیں اسلئے عام طور پر وہ لوگ سقیم الحال تھے

۹۶۷ء مطابق ۱۰۷۵ھ جلوس میں اکبر و بیرم جملہ اہل دربار سمیت آگرہ میں تھے مریم مکانی کا قیام دہلی میں تھا۔ دشمن برا برا اپنا کام کر رہے تھے جہاں موقع ملتا تھا بیرم سے بادشاہ کے مزاج میں انحراف و کدورت کے جذبات پیدا کرتے تھے۔ بیانہ میں یہ ذکر آیا تو اکبر کے ہنوی مرزا شرف الدین نے جو بیرم ہی کے مشورے سے اکبر کے ہنوی ہوئے تھے صاف طور پر کہا کہ بیرم نے آپکو تخت سے اتارنے اور کامران کے بیٹے کو تخت نشین کرنے کا انتظام کر لیا ہے۔

آخر دشمنوں کی سازشیں رنگ لائیں اور اسی زمانہ میں بادشاہ کو شکار کا شوق ہوا اُس نے بیرم کو کاروبار سلطنت کا اہتمام کرنے کی غرض سے آگرہ چھوڑا اور خود شکار کو روانہ ہوا۔ جب سکندر آباد پہنچا تو ماہمہ آئمہ اور ادہم خان نے جن کو بیرم سے خاص خصوصیت تھی بادشاہ سے عرض کیا کہ جناب کی والدہ ماجدہ علیل ہیں دہلی میں تشریف رکھتی ہیں اگر آپ امن کی عبادت کے لئے دہلی میں تشریف ارزانی فرمائیں گے تو مریم مکانی کو بہت مسرت ہوگی بیگم نہایت ضعیف اور ناتوان ہیں ایسے وقت میں حضور کے دیکھنے کا اُن کو بہت اشتیاق ہے، بادشاہ نے اس عرض پر قبول کیا اور دہلی روانہ ہو گیا۔ ۱۰

۱۰ منتہی الباب صفحہ ۱۳۲ و تاریخ فرشتہ جلد اول بیان اکبر

بعض مورخ لکھتے ہیں کہ اکبر واقعی شکار کو گیا تھا راستہ میں دشمنوں نے یہ کارروائی کی۔ مگر ابوالفضل کا بیان اس کے خلاف ہے وہ لکھتا ہے کہ اکبر نے ان سے پہلے سب کچھ طے کر لیا تھا پھر شکار کے بہانہ سے دہلی گیا اور بیرم کی قیمت کا فیصلہ کیا۔

بہر حال جو صورت بھی ہو جس وقت اکبر نے دہلی کا عزم کیا ہے شہاب الدین خاں نیشاپوری جو ماہم اتک کا عزیز تھا اس وقت دہلی کا حاکم تھا۔ اور اس کی بیوی پاپا آغا مریم مکانی سے قرابت رکھتی تھی شہاب الدین بادشاہ کی تشریف آوری سے مطلع ہو کر دہلی سے پچیس تیس کوس آگے استقبال کو آیا اور نذرانے پیشکش کئے۔

ایک دن شہاب الدین خان نے ادہم خان کے اتفاق سے گزارش کی کہ بیرم خاں کو یہ خیال ہو گا کہ حضور ہماری استدعا سے دہلی تشریف لائے ہیں تو مصاحب بیگ کی طرح وہ ہلکوبھی قتل کرا دیگا۔ اب ہمک خوار دن کے حق میں یہی بہتر ہے کہ حضور ہم کو بیت اللہ جانکی اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ ہم بیرم کے خطرے سے مطمئن ہو کر اپنی بقیہ عمر دولت و اقبال کی دعا گوئی میں بسر کریں بادشاہ اس گزارش سے نہایت متاثر ہوا لیکن بیرم کی خدمات پر نظر کرتے ہوئے اس کا یکبارگی معزول کرنا مناسب نہ جانا اور اپنے تاثرات کو محفوظ رکھتے

ہوتے بیرم کو تحریر فرمایا کہ شہاب الدین خان حاکم دہلی اور ادہم خان ہماری اس طرف کی تشریف آوری میں کوئی دخل نہیں رکھتے۔ ہم خود مریم مکانی کی عیادت کو ادھر آئے ہیں تم ایک خط انکی دلجوئی کے لئے اپنے دستخط اور مہر کر کے بھیج دو تاکہ ان کی تسفی ہو جائے۔

شہاب الدین نے عرض مطالب کی اس قدر قدرت پائی تو بہ آواز بلند بادشاہ کی حضور میں بہت سی ایسی باتیں کہیں جن سے بیرم کی مخالفت دسکشی ظاہر ہوتی تھی، اس نے متعدد اصلی و نقلی مقدمے اور مثلین تیار کر رکھی تھیں ان کے حالات بیان کئے۔ دو تین گواہ پیش کئے۔ ان واقعات کے سننے سے بادشاہ دفعۃً بیرم سے منحرف ہو گیا جسوقت بادشاہ کی تحریر بیرم کے پاس پہونچی اور اسکے ساتھ ہی بعض وفاداروں کے خطوط پہونچے جن سے بادشاہ کے مزاج کا انحراف ظاہر ہوتا تھا۔ وہ پریشان ہو گیا نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اس نے اس مضمون کا ایک عریضہ لکھا کہ ایسی خدمت گزار اور وفادار جماعت سے غیر خواہ کے دل میں کوئی برائی نہیں ہے اور اس امر کا شرعی قسموں سے یقین دلایا۔ اس عریضہ کو حاجی محمد خان سیتانی اور ترسون بیگ کے ذریعہ دہلی بھیج دیا۔ کلام پاک بھی عریضہ کے ساتھ بھیجا تاکہ قسموں کی صحت اور واضح ہو جائے لیکن صورت معاملہ گہری

ہی۔ اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ یہ دونوں سردار گرفتار کر لئے گئے۔
 شہاب الدین خان وکیل مطلق ہو گیا ماہم اتکھ کے احکام انگ
 جاری ہونے لگے ان لوگوں نے مشہور کر دیا کہ بیرم پشاہی عتاب
 نازل ہو گیا۔

بیرم کی معزولی اور بغاوت | یہ اقواہین حاجی محمد خان کی
 گرفتاری پلاچر کیا تھ مشہور
 ہوئیں تو بہت سے امراء و منصبدار بیرم سے جدا ہو کر دہلی آ گئے
 بہت سے ایسے ملازم بھی جو بیرم ہی کے رکھے ہوئے تھے بیوفائی
 پر آمادہ ہو گئے۔ اگرہ سے جو شخص دہلی آتا تھا ماہم اور شہاب الدین
 اس کے منصب میں اضافہ کرتے اور جاگیریں دیتے تھے۔ ادھر ادھر
 صوبوں میں جو امراء تھے ان کے نام طلبی کے فرمان جاری ہوئے
 شمس الدین خاں اتکھ کو بھیرہ علاقہ پنجاب سے، منعم خان کو کابل سے
 طلب کیا گیا۔ شہر نیاہ اور قلعہ دہلی کی مرمت و مضبوطی ہونے لگی
 مورچہ بندی شروع کر دی گئی۔

بیرم کو بھی طیلاعات پہنچ رہی تھیں اس نے اپنے مصاحبوں سے
 مشورہ کیا شیخ گدائی اور مصاحبوں کی یہ رائے ہوئی کہ ابھی دشمن غالب
 نہیں ہوئے آپ تنہا یہاں سے جاتیں اور بادشاہ کو سمجھا کر پھر اپنے

قبضہ میں لائیں تاکہ مفید معاملہ کو زیادہ خراب نہ کر سکیں۔ بعض کا خیال تھا کہ بہادر خاں کو مالوے بھیجا گیا ہے آپ بھی وہاں جائیں اور مالوے کی تسخیر کر کے وہاں حکومت کریں۔ بعض نے یہ مشورہ دیا کہ خان زماں کے پاس چلنا چاہئے۔

بیرم خان ایک کمنہ مشق اور تجربہ کار انسان تھا اس نے سب کچھ سن کر کہا کہ اب بادشاہ کا مزاج مجھ سے منحرف ہو گیا ہے۔ کسی طرح اصلاح نہیں ہو سکتی میری تمام عمر خیر خواہی میں بسر ہوئی۔ اب بڑے بڑے میں مخالفت و بدخواہی کا الزام اپنے سر لینا مقتضائے عقل و دانش کے خلاف ہے اس کے علاوہ مجھے عرصہ سے حج کا اشتیاق تھا اب قدرتی طور پر یہ اسباب پیدا ہو گئے ہیں تو اسی طرف کا ارادہ کرنا چاہئے۔ یہ سوچ کر امراء اور فقہار کو دربار میں بھیج دیا۔ اس میں دو فائدے مد نظر تھے۔ اول تو یہ کہ ممکن ہے یہ لوگ میرے یہاں کی خبریں بادشاہ کو پہنچاتے ہوں یا آئندہ ایسا کرنے لگیں اور مجھ پر دنیا تنگ ہو تو میرا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جائیں اس لئے یہی بہتر ہے کہ ان کو خود ہی بھیج دیا جائے دوسرے یہ کہ میں نے ان کے ساتھ برائی نہیں کی ممکن ہے دربار میں ان کا پہنچنا میرے معاملہ کی اصلاح کا باعث ہو بیرم نے علی قلی خان کے بہائی بہادر خان کو مالوہ کی طرف بھیجا تھا

اس کو واپس بلا لیا و بار بار سے ہی اس کے نام طلبی کا حکم پہنچا اور وہ ان سے اُس کو اٹا دہ کا حاکم کر کے بھیجا گیا۔ شیخ گدائی کے مشورے اور خود اپنی رائے سے بیرم کی خواہش تھی کہ پہلے حضور میں جا کر اپنے ادب پر عاید کئے ہوئے جرائم کی معذرت کرے پھر حج کے لئے روانہ ہو لیکن بیرم کا دربار میں آنا اس کے حریفوں کے لئے خطرناک تھا انھوں نے جھوٹا اور فترا کی جو عمارت تیار کی تھی وہ منہدم ہو جاتی کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ بیرم اکبر کے سامنے آتا اور اس کو اپنی معجزات پر تقریر سے رام نہ کر لیتا۔ اس لئے دشمنوں نے یہ موقع ہی نہ آنے دیا۔

سب نے ملکر اکبر سے کہا کہ بیرم کے پاس بہت سی فوج ہے اور یہاں خیر گاہوں کی تعداد انگلیوں پر شمار ہو سکتی ہے اگر بیرم ادھر آگیا تو نہ معلوم کیا فتنہ برپا کرے گا۔ اگر آخر لڑ کا تھا خائف ہو گیا اور بیرم کو لکھ بھیجا کہ ادھر آئیگا قصہ نہ کرنا ملاقات نہ ہو سکے گی وہیں سے حج کو چلے جاؤ جب واپس آؤ گے تو پہلے سے زیادہ عزت کیجائیگی۔ بیرم نے ناچار حج کا عزم مصمم کر لیا۔ اکبر نے میر عبد اللطیف قزوينی کو بیرم کے پاس بھیج کر پیغام دیا کہ اب تک ہم سیر و شکار میں مصروف تھے اس لئے تم کو امور مملکت کا مختار بنا دیا تھا اب ہمارا منشاء یہ ہے کہ اس بار عظیم کو اپنے ہی سر پر اٹھائیں اس واسطے مناسب ہے کہ تم اشتغال دنیا سے

دستکش ہو کر مکہ معظمہ چلے جاؤ جس کا تمہیں عرصہ سے اشتیاق ہے
 تمہارے حقوق اور تمہاری سرفروشیان سب پر ظاہر بین ہندوستان
 کے جس علاقہ کو پسند کرو وہ تمہاری جاگیر میں دیدیا جائے اسکی آمدنی
 جہاں تم چاہو گے پہنچ جایا کرے گی۔

یہ پیغام بھیجکر بادشاہ نے خود ہی فوراً اس طرف کوچ کیا چند امراء
 کو آگے بھیجکر بیرم کو سرحد سے نکال دینے کی تاکید کی۔ جب یہ امراء
 قریب پہنچے تو بیرم نے انہیں لکھا کہ میں دنیا میں سب کچھ دیکھ چکا
 اب کسی بات کی حسرت باقی نہیں صرف خانہ خدا اور روضہ ہائے
 مقدسہ پر جا کر عبادت کی تمنا تھی اب خدا کے فضل سے یہ آرزو
 پوری ہوتی نظر آتی ہے۔

بیرم نے پیغام معزولی سنکر ناگور سے طوغ و علم، نقارہ فیلخانہ اور
 تمام سامان بادشاہی اپنے بھانجے حسین قلی کے توسل سے بادشاہ
 کی خدمت میں بھیج دیا اور خود گجرات کے راستہ سے عازم حیدر
 ہوا بعض وفادار ملازم اور اعزہ اسکے ہمراہ ہوئے جس میں حسین خان
 مکریمہ۔ اور شاہ قلی خان محرم، خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان کے علاوہ
 چار امیر اور بھی تھے۔ بعض کورنک جو عرصہ سے اسکے خوان کرم کی

۱۷۸۸ء مازالامراء صفحہ ۳۷۸ و تاریخ فرشتہ جلد اول بیان اکبر۔

خوشہ چینی کر رہے تھے مٹھائی کی کمیوں کی طرح جدا ہو گئے۔ حتیٰ کہ شیخ گدائی نے ہی مفارقت اختیار کی۔

مصنف اکبرنامہ نے ایک طول طویل فرمان اکبرنامہ میں لکھا ہے جو دربار سے بیرم کے نام جاری ہوا تھا اس فرمان کو دیکھ کر اگر چہ واقف لوگ بیرم پر نمک حرامی کا الزام لگا سکتے ہیں لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ اسکی کیا حقیقت ہے۔ اس فرمان میں بیرم کی تمام کارگزاریوں پر پانی پھیر دیا گیا ہے اس کے اعزہ اور اقربا کی سرفروشانہ کوششوں پر پردہ ڈالا گیا ہے۔ بیرم پر خود پروری اور خویش نوازی کے الزامات لگائے گئے ہیں۔ سب سے بڑا ظلم یہ کیا گیا ہے کہ چٹھانوں کی بغاوت کا اسی کو محرک بتایا گیا ہے اور لکھا گیا ہے کہ تم نے خود بغاوت کے منصوبے باندھے، علی قلی اور بہادر خان پر ہی چھٹے اڑائے گئے ہیں۔ غرض نہایت مکروہ اور گندہ الفاظ اس کے حق میں صرف کر کے حرفین نے اپنی خباثت و دنارت کا ثبوت دیا ہے، اس فرمان کو پڑھ کر خدا ہی جانتا ہے کہ بیرم کے قلب پر کیا گذری ہوگی۔ ہم اس فرمان کو نقل کرتے لیکن بخوف طوالت اسکو چھوڑ دیا گیا۔

لا پیر محمد بیرم کی برگشتگی بخت کے حالات سن کر جھجھکے مقام پر دربار میں حاضر ہو گیا، بادشاہ نے اسکو خطاب، انقارہ، طوغ و علم

اور بہت سا لشکر دیکر بیرم کے پیچھے روانہ کیا کہ اس کو ہندوستان سے
گمہ کی طرف نکال دے، ادہم خان ماہم کافر زند اور چند بڑے بڑے
امیر ملا کے ہمراہ گئے۔

بیرم ناگور پہنچا تو خبر ملی کہ راجہ مالدیو نے گجرات دکن کا راستہ باندھ لیا ہے
چونکہ بیرم سے مارواڑ کے راجہ مالدیو کو نقصانات پہنچے تھے اس لئے
بیرم نے ازراہ دوراندیشی اس راستہ کو چھوڑ کر بیکانیر کا راستہ اختیار کیا
تاکہ بیکانیر سے گزر کر پنجاب رقبہ دار کی راہ مشہد مقدس چلا جائے شمنوں نے بیرم کو
پنجاب کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر مشہور کر دیا کہ وہ بغاوت کی نیت سے ادھر
جا رہا ہے۔ اور اس طرف کے زمینداروں کو لکھ دیا کہ بیرم زندہ نہ جانے
پائے جان موقعہ لگے اس کو قتل کر دیا جائے۔ بیرم بھی دشمنوں کے
عزائم اور شاہی احکام سے برابر مطلع ہو رہا تھا اور اس کا دل اس
آگ سے کباب ہو رہا تھا وہ سمجھتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے سب شمنوں
کی سازش سے ہو رہا ہے بادشاہ ان کے ہاتھ میں شطرنج کے بیجان
مہرے کی طرح کام کر رہا ہے۔ جو چاہتے ہیں اس سے لکھا لیتے ہیں،
بیرم مفسدون کی ان شرارتوں سے تنگ ہو کر آمادہ ہو گیا کہ پہلے
ان بد نفسوں کو سزا دے لیں جنہوں نے بادشاہ کو مجھ سے آزر دہ
کر کے یہاں تک نوبت پہنچا دی کہ آج میں ”باغی“ کہلایا جانے لگا

اس کے بعد شاہ سے اجازت لیکر جج کو جاؤنگا۔ اس خیال سے اُس نے فوج جمع کرنی شروع کی اور امراء کو اپنے ارادے کی اطلاع دیدی۔ بیرم بیکا نیپر پہنچا تو راجہ کلیان مل نے جو اس کا دوست تھا بڑی شان و شوکت سے دعوت کی بیرم کئی روز یہاں مقیم رہا۔ اتنا قیام میں معلوم ہوا کہ ملا پیر محمد لشکر لے ہوئے آ رہا ہے تاکہ مجھے ہندوستان سے نکال دے۔

بیرم کو اس خبر سے سخت ملال ہوا۔ ملانے یہ اور تم ظریفی کی کہ ناگور سے بیرم کو ایک خط لکھا جس میں طعن و تشنیع کے بہت سے دہار دار تیر لپیٹ کر بھیجے اور یہ شعر بھی لکھا

آدم در دل اساسِ عشق محکم، ہچنان

با غمت جانِ بلا فرسودہ ہدم ہم چنان

بیرم نے ہی ذہان شکن جواب دیا۔ یہ جملہ خاص طور پر لکھنے کے قابل ہے۔ ”آدم مردانہ اما رسیدہ توقف کردن زمانہ“

چونکہ ملانے ناگور میں ٹہر کر یہ خط لکھا تھا اس لئے یہ جملہ نہایت برجستہ تھا۔

ملا پیر محمد دکن کا رہنے والا تھا وہاں تین چار سال کی قید کا ٹکڑا اور ترک وطن کر کے بیرم خان کے پاس آیا تھا۔ بیرم نے ابتداً

اپنے کتب خانہ کا داروغہ مقرر کر دیا۔ اسکے بعد بریم کی اعانت سے اکبر کی ملازمت میں داخل ہو کر اکبر کی اُستادی کے درجہ تک پہنچا لے
 غرض پیر محمد بریم کا چالیس سالہ نمک خوار تھا اور بریم نے طالب علمی کی پستی سے نکال کر اسکو امیر الامراء بنایا تھا۔ قدیم نمک خوار کی یہ گستاخی دیکھ کر بریم کو سخت قلق اور صدمہ ہوا۔ اسی عالم میں تنگ آکر اُس نے اکبر کو ایک عریضہ لکھا جس کے چند ٹکڑے یہ ہیں۔

چوں بموجب اظہار آرزوئے حاسدان	میری وہ خدمتین جو میں نے آپ کے
حقوق خدمت ویرینہ سہ واسطہ آن	خاندان کی تین پشتون میں انجام
دو دماں پامالِ تہمت کفرانِ نعمت	دین دشمنوں نے انہیں کفران
در خدمت ولی نعمت گردیدہ - و	نعمت کے الزام سے برباد کر دیا
معاندان در حلال دانستنِ خون	نہ صرف یہ بلکہ مخالفین نے میرا
رافعی فتویٰ دادہ اند۔	قتل ہی جائز قرار دیدیا۔
برائے محافظت جان کہ درہم	جان بچانے کی غرض سے جس کی
مذہب واجب است مے خواہم بہد	حفاظت تمام مذہبوں نے واجب
رفاقت خود را ازین بلیہ نجات	قرار دی ہے۔ میری خواہش ہے کہ
دہم۔	اپنے آپ کو دن بلاؤں سے محفوظ رکھوں

بدیں ہیت (کہ باظہار اہل غرض اسباب یعنی آمادہ میدانند) خدمت آن خداوند دہر چہ نفس الامرارادہ ہیت اللہ باشد آمدن کفر میدانم و برعلیٰ ظاہر است کہ از خاندان ماترکان نمک حرامی بہ ظہور نیامدہ لہذا راہ مشہد اختیار نمودہ ام کہ بعد طواف روضہ امام علیہ السلام و عقیبات نجف اشرف و کربلائے معلیٰ و خواند فاتحہ در آن مکانہائے شریف برائے بقائے سلطنت و عمران ولی نعمت از سر نو احترام کعبتہ اللہ بندم۔

اگرچہ حقیقت میں میرا قصد بیت اللہ جانیگا ہے مگر دشمنوں نے اس کو بغاوت سے تعبیر کیا ہے اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا کفر خیال کرتا ہوں۔ ایک نیا جانتی ہے کہ ترکون کے خاندان میں کبھی نمک حرامی کا ارتکاب نہیں ہوا۔ میں نے مشہد کا راستہ اختیار کیا ہے تاکہ امام علیہ السلام کے روضہ کا طواف اور نجف اشرف و کربلائے معلیٰ پر فاتحہ خوانی کر کے بقائے سلطنت اور اپنے ولی نعمت کے لئے ترقی عمر کی دعا کر کے بیت اللہ کا عزم کروں۔

اقتل اگر آپ مجھے نمک حرام اور واجب ہی سمجھتے ہیں تو کسی معمولی اور گنہگار آدمی کو مقرر کر دیجئے کہ وہ

اتماس آست کہ اگر بندہ را در جگہ نمک حرامان واجب القتل میدانند یکے از بندہ ہائے بے نام و نشان

<p>بریم کا سرکاٹ لے اور نیزہ پر رک کر اسکی تشہیر کرتا ہوا دربار میں پیش کرے تاکہ دوسرے بدخواہان دولت کو عبرت ہو۔</p> <p>در نہ فوج کی سرداری پر ملا کے علاوہ جو میرا پروردہ اور میرے حکم سے خارج کیا ہوا ہے کوئی دوسرا شخص مقرر کیا جائے</p>	<p>رائعین فرمائند کہ سربریم را بریدہ برستان جلوہ دہاں براستے تنیدہ تخریب دیگر بدخواہان دولت بحضور بیارد۔ گر قبول اقتدر ہے عز و شرف والا سرداری فوج سوائے ملائے خارجی کہ از نمک پروردہ ہائے نمک بحرام و اخراجی فدوی است بدگیریکے از بندہ ہائے درگاہ والا مقرر شود۔</p>
---	---

بریم نے یہ خط کچھ المیہ موثر انداز بیان میں لکھا ہے کہ ہر شخص کے
دل میں اس کے الفاظ کانٹے کی طرح جیھ جاتے ہیں چنانچہ بادشاہ بھی
اسکو پڑھ کر آبدیدہ اور ملول ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملا پیر محمد کو اس
واپس بلا لیا لیکن معاندین کے قلوب کینہ سے بھرے ہوئے تھے
ان پر اس خط کا کیا اثر ہو سکتا تھا انھوں نے بادشاہ کو یہ پٹی
پڑھائی کہ بریم نے پنجاب میں ہونچکر اگر بغاوت کی آگ بھڑکادی تو
اس کا بھنا دشوار ہو جائیگا۔ پنجاب ایسی جگہ ہے جہاں سے فوج

اور سامان کافی تعداد میں فراہم ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ کابل کی طرف گیا تو قندہار پر مسلط ہو جانا اس کے نزدیک مشکل نہیں اگر خود اتنا نہ کر سکا تو شاہ ایران سے مدد مانگ سکتا ہے۔ ان موہوم خطرات پر نظر کرتے ہوئے شمس الدین محمد خان اتکے کو فوج کا سردار کر کے پنجاب بھیجا۔

تمام مورخوں کو اس امر میں اتفاق ہے کہ بیرم کی نیت خراب نہ تھی نہ اس کے دماغ میں بغاوت کا خیال تھا۔ اگر بادشاہ شکار کے چیلے سے اس خیمہ پر چلا جاتا تو یقیناً وہ بادشاہ کے قدموں پر سر رکھ دیتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکبر کم عمر اور نا تجربہ کار تھا اگر دو پیش سے جو صدائیں اس کے کانوں میں پہنچتی تھیں انہیں پر عمل کرتا تھا اور اکبر کے آس پاس وہی لوگ تھے جو بیرم کو بدنام اور ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ ان کا دلی منشاء تھا کہ بیرم پر نمک حرامی کا الزام عائد ہو۔ اور اس سلسلہ میں وہ یا تو ہندوستان سے نکال دیا جائے یا مار ڈالا جائے۔ اس لئے خواہ مخواہ معمولی سی بات کا افسانہ بنا دیا گیا اور اس کی تمام ترمیم داری اکبر کی نا تجربہ کاری پر ہے۔ بیرم کے فساد نیت کو اس میں ذرا دخل نہیں۔ تمام مورخ پکار پکار کر اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ بیرم کی نیت بغاوت کی نہ تھی، لیکن تعجب ہے کہ اردو کی

عیال کی گرفتاری سے سخت صدمہ ہوا۔ بال بچوں کا دشمنوں کے ہاتھ میں قید ہو جانا اس کے لئے بہت اندوہناک تھا۔ اسی پریشانی کے عالم میں غم و غصہ سے بریزا اس نے تھڑہ کے گھاٹ سے دریائے ستلج کو عبور کیا اور وہاں سے جالندھر آیا۔ اکبر کو اہل دربار نے مشورہ دیا کہ بیرم کے دفعِ فساد کو بادشاہ خود تشریف لے چلیں۔ بعض نے کہا بادشاہ کا تکلیف فرمانا ضروری نہیں صرف فوج بھیج دینا کافی ہے لیکن اکبر نے دونوں باتوں پر عمل کیا شمس الدین محمد خاں آئکہ کی سرکردگی میں پہلے فوج بھیج دی پھر خود اپنی روانگی کا انتظام کیا۔

اگرچہ شمس الدین محمد خاں کوئی تجربہ کار فوجی افسر نہ تھا تاہم متحمل مزاج، معمر اور نیک طبیعت انسان تھا۔ درباریوں کے نزدیک یہی غنیمت تھا۔ بیرم خان جالندھر پر اپنا اقتدار قائم کر رہا تھا کہ شمس الدین خان نے ستلج کو عبور کر کے گنا چور کے میدان میں چاؤنی ڈال دی۔ بیرم کے دل میں خان اعظم کی ذرا ہی ہیبت نہ تھی۔ اس نے جالندھر کو چھوڑ کر ادھر توجہ کی۔

پرگنہ دکنار نواح گنا چور میں جو جالندھر سے جنوب مشرق میں واقع ہے فریقین کی فوجیں اکڑ ٹھہریں۔ ایک چاؤنی کا دھواں دوسرے لشکر کو نظر آتا تھا۔ بیرم پہاڑ اور لکھی کے جنگل کو پشت پر لیکر ٹپاؤ ڈالا

اور فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ولی بیگ ذوالقدر۔ شاہ قلی محمد حسین خان ٹکریہ وغیرہ کو فوج دیکر آگے بڑھایا دوسرے حصہ کی چار جماعتیں کین خواتین لشکر میں جلوہ افروز ہوا اگرچہ رفقا کم تھے مگر جس قدر تھے غیرت و حمیت، مردانگی و دلوری کے جذبات سے ملوث تھے اور بیرم کے لئے سر ہتیلی پر لئے پھر رہے تھے۔

دوسری طرف شمس الدین خان المعروف بہ ”خان اعظم“ نے بھی فوج تقسیم کر کے سمفین درست کین۔ قرآن پر سب سے قول و قرار لئے شاہانہ عنایتوں کا فوج کو متوقع کیا۔

جسوقت دونوں فوجیں مقابل ہوئیں تو بیرم کی فوج نہایت دلیری و بہادری اور ثبات عزم کے ساتھ دشمنوں پر چھٹی فریقین جو شہر سے لبریز ہو کر سرگرم قتال ہوئے۔ بیرم کی طرف سے ولی بیگ، اسماعیل قلی خان اور حسین خان ٹکریہ، شاہ قلی محمد نے شجاعت و مردانگی کے بے نظیر نمونے دکھائے۔ خان اعظم کی اکثر صفوں کو درہم و برہم کر دیا خان اعظم اپنے ہمراہیوں کو لیکر پیچھے ہٹے اور ایک ٹیلہ کی آٹ لیکر رک گئے۔

بیرم نے جب میدان کا یہ نقشہ دیکھا تو اپنی فوج کو جنبش دی تاہیوں کی قطار کو آگے بڑھایا جس کے درمیان میں فتح کا نشان اور اس کا

نخست روان ہاتھی تھا اس پر خود بیرم سوار تھا۔ یہ فوج آگ کے شعلوں کی طرح آتکھ خان کے خس و خاشاک کی طرف چلی اور بقول خانی خان ، شمس الدین خان آتکھ نے شکست کھائی ۱۷

بادشاہی لشکر منتشر ہو گیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ بادشاہ لدھیانہ سے آگے بڑھ چکا تھا بیرم نے خواہ اس خیال سے کہ (بقول بعض) اس کو شکست ہو گئی تھی خواہ اس لئے کہ اپنے آقائے ولی نعمت کے مقابل تلوار کھینچا اسکی غیرت اور آئین و فاکے خلاف تھا اپنی فوج کو لکھی جنگل کی طرف پیچھے ہٹا لیا۔

اس جنگ کا نتیجہ تحریر کرتے وقت مورخوں میں عجیب اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آخر میں بیرم خان کو شکست ہو گئی تھی۔ اس میں اکبری اور جہانگیری عہد کے مصنف شامل ہیں ، لیکن خانی خان لکھتا ہے کہ ان مورخوں نے محض بادشاہ کی رعایت سے اصل واقعہ پر پردہ ڈال دیا ہے ورنہ حقیقت میں شکست "خان عظم" کو ہوئی تھی اور بیرم مظفر و منصور ہوا تھا ۱۸

مورخین نے اس جنگ کے جو حالات لکھے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے یہی امر قرین قیاس ہے ایک دم سے نقشہ جنگ کا اس قدر بدل جانا

۱۷ منتخب الالباب خانی خان مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۲۹ ۱۸ منتخب الالباب خانی خان - مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۲۹

کہ بریم بڑھتے ہو تو دم رک جائیں نہ صرف رک جائیں بلکہ پیچھے ہٹنے لگیں اور خانِ اعظم جس کو ٹیلہ تک پیچھے ڈکھیل دیا گیا تھا آگے بڑھ آئے، خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے۔

فرشتہ کا بیان ہے کہ ”خانِ اعظم“ نے بریم کے قلبِ شکر پر حملہ آور ہو کر سخت جنگ کی تھی جس میں ولی بیگ اور چند دوسرے جان نثار جریدہ عالم پر اپنی جیات دوام کا نقش ثبت کر کے مقتول ہو گئے تھے اور بریم خان ان کے قتل سے پریشان ہو کر کوہ سوا لک کی طرف بھاگ گیا تھا ۱۵

اول تو فرشتہ نے اس جنگ کا میدان ماچی واڑہ میں قائم کیا ہر حالانکہ بقول بداؤنی یہ جنگ گناچور کے میدان میں ہوئی تھی، اس میں فرشتہ کا کچھ قصور نہیں وہ دکن کا رہنے والا تھا اور لڑائی ہو رہی تھی پنجاب میں۔ بھلا اتنی دور دراز کے واقعات کو وہ صحت کیساتھ کیونکر بیان کر سکتا ہے، جب میدان جنگ ہی کے متعلق فرشتہ کو اس قدر مغالطہ ہے تو نقشہ جنگ تو الگ چیز ہے۔ دوسری قسمِ ظریفی فرشتہ نے یہ کی کہ بریم کو قلم کے نیزے سے شکست دیدی۔ میری رائے میں خاقی خان نے اس معاملے میں جو کچھ لکھا ہے وہی صحیح

۱۵ تاریخ فرشتہ جلد اول بیان اکبر۔

معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا یہاں کے مقام پر منعم خان کابل سے آکر پابوس ہوا۔ تیزی بیگ کا بھانجہ یقیم بیگ بھی اس کے ساتھ تھا اسکی ملازمت بھی ہوئی منعم خان کو ”خان خانان“ کا خطاب اور وکیل مطلق کا عہدہ ملا۔ اکثر امرا کو انعام و منصب عطا ہوئے۔

بیرم کی جنگ میں جو قیدی اور زخمی گرفتار ہو کر آئے تھے وہ بھی یہیں پیش ہوئے ان میں ولی بیگ ذوالقدر بیرم خاں کا بہنوئی اور حسین قلی خان کا باپ جو گنٹوں کے کھیت میں زخمی پڑا یا گیا تھا۔ اسماعیل قلی خان حسین قلی خاں کا بڑا بھائی اور بیرم کا بڑا بھانجہ۔ نیز حسین خان طکر یہ بڑے سردار تھے۔ حسین خان کی آنکھ مجروح ہوئی تھی ولی بیگ زخمیوں کی تکلیف سے جانبر نہ ہو سکا اور قید ہی میں مر گیا۔ اسکا سر کاٹ کر ممالک مشرقی میں تشہیر کیا گیا۔ ولی بیگ ذوالقدر کے متعلق مشہور تھا کہ بیرم خان کو یہی برہم کرتا ہے۔ اسی کے کہنے سے بیرم آمادہ جنگ ہے پورپ میں علی قلی خان خان زمان اور اس کا بھائی بہادر خاں تعینات تھا۔ یہ دونوں بیرم کے متوسل تھے ممالک مشرقی میں ذوالقدر کا سر بھینچنے سے اہل دربار کا نیشا تھا کہ ان دونوں بھائیوں پر واضح ہو جائے کہ تمہارے دوستوں کا انجام کقدر المناک اور عبرت

آموز ہے۔ بہادر خان ایک دلیر انسان تھا۔ جب چوہدری ذوالقادر لکھنوی کو پونچا تو نہ معلوم اُس نے کیا کہا بہادر خان نے چوہدری کو قتل کر دیا چوہدری حریفون کا آدمی تھا اس لئے یہ قتل بہادر خان کے حق میں بہت مضر ہوتا مگر بہادر خان کے مصاحبوں نے کچھ عرصہ کے لئے اسکو پاگل بنا کر مکان میں بند کر دیا اور علاج ہونے لگا۔ اس وقت نہ معلوم کس مصلحت سے حریف ہی طرح دے گئے لیکن آخر میں انھوں نے دونوں بھائیوں سے اسکا زبردست انتقام لیا۔

حسین خان ٹکریہ کا خسر مہدی قاسم خان اور اُس کا بیٹا دربار شاہی میں با اعتبار تھا بادشاہی حسین خان کے جوہر و فاسے واقف تھا حسین خان کو اس کے سالے یعنی مہدی قاسم خان کے بیٹے کے سپرد کر دیا گیا۔ اچھا ہونے پر ان کو پٹیلی (مولد امیر خسرو) کا علاقہ جاگیرین دیدیا گیا۔ اسماعیل قلی خاں ہی بعد میں رہا کر دیا گیا۔

خان اعظم ہی دربار میں آئے ان کو خلعت و انعام دیدیا گیا امرار کو انعام و خلعت دیکر مطمئن کیا گیا۔ بادشاہ لشکر کو ماچھی واڑے میں چھوڑ کر لاہور گیا تاکہ وہاں کے لوگوں میں بے چینی پیدا نہ ہو وہاں سب کو اپنی شاہانہ شان و شوکت دکھا کر لشکر میں واپس آ گیا۔ دریائے بیاس کے کنارے دامن کوہ میں تلوار ڈال کر ایک مضبوط

جگہ تھی۔ راجہ گنیش دہان حکومت کرتا تھا۔ بیرم خان پیچھے ہٹ کر تلوار
 پہنچا۔ راجہ بہت خاطر و مدارات سے پیش آیا اور فوج و سامان مہیا
 کرنے کا وعدہ کیا اُسی کے میدان میں ہنگامہ جنگ جدل برپا ہوا۔
 بیرم نہایت تجربہ کار سپہ سالار تھا وہ جانتا تھا کہ بادشاہ کا مقابلہ
 ہے نہ معلوم کیا صورت پیش آئے اُسی لئے پہاڑ کی پناہ لی تھی کہ اگر
 ضرورت ہوگی تو پیچھے ہٹ کر پہاڑ کے وسیع سلسلہ میں پناہ لیجاسکے گی،
 لڑائی جاری تھی بیرم کی فوج مورچوں سے نکل کر بادشاہی لشکر پر حملہ
 آور ہو رہی تھی۔ کہ ایک موقع پر ایک حسین و خوش روجوان سلطان
 حسین جلاتر بادشاہی لشکر سے نکل کر میدان میں آیا اور زخمی ہو کر
 گر پڑا، بیرم کی فوج کے جوان اُس کا سر کاٹ کر مبارکباد کا غل مچاتے
 ہوئے بیرم کے سامنے لائے بیرم نے سر کو دیکھ کر بہت افسوس کیا
 رومال انگوٹھوں پر رکھ کر رونے لگا اور کہا کہ مجھ پر لعنت ہے کہ میری بدولت
 ایسے ایسے جوان ہلاک ہوئے ہیں۔

بیرم کی دبا پیر حاضری و عفو تقصیر | اگرچہ راجہ فوج اور سامان
 سے برابر بیرم کی مدد کر رہا
 تھا آئندہ کے لئے بھی وثوق کیساتھ وعدے کر رہا تھا مگر پاک طینت
 بیرم نے ان اثباب پر نظر نہ کی اُسی وقت اپنے غلام جلال خان کو

بادشاہ کے پاس بھیج کر کہلا دیا کہ فدوی کو حاضر ہونی کی اجازت دیجئے
 بادشاہ نے مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوری کو چند سرداروں
 کے ساتھ بھیجا کہ بیرم کی دلجوئی کر کے اپنے ساتھ آئیں ۱۵
 ابھی لڑائی کا سلسلہ جاری تھا دونوں طرف سے وکیلوں کی آمد
 و رفت ہو رہی تھی نہ معلوم کس بات پر گفتگو ابھی منعم خان سے
 ضبط نہوسکا۔ چند امراء اور مقربان بارگاہ کے ساتھ بے تکلف بیرم
 کے پاس چلا گیا۔ دونوں سردار دیر تک باتیں کرتے رہے منعم خان
 نے بیرم کو یقین دلایا کہ جو پیام آتے ہیں غلط نہیں ہیں بلکہ واقعی
 ہیں۔ اس یقین کے بعد بیرم چلنے کو کھڑا ہوا۔ بابا زینورا اور شاہ
 قلی محرم بیرم کا دامن پکڑ کر رونے لگے، کہ دیکھتے کہیں ایسا نہ ہو کہ
 جان یا آبرو پر بات آئے منعم خان نے کہا اگر یہ شبہ ہے تو ہمیں
 ضمانت میں رکھلو یا تم یہیں رہو ان کو جانے دو۔ اگر ان کا اعزاز کیا
 جائے تم ہی آجانا۔ اس بات کو سب نے تسلیم کر لیا۔ ان کے علاوہ
 اور رفیقوں نے بھی روکا راجہ اور رانا بھی مانع ہوئے مرنے مارنے کی
 فتین کھاتیں فوج اور سامان کی کثرت و تیاری دکھائی مگر بیرم وفاق
 دار بیرم نے اپنا ارادہ نہ بدلا گھوڑے پر سوار ہو کر چلا۔ بیرم کے مقابلہ کو

پہاڑ کے دامن میں جو فوج پڑی تھی اسی میں طرح طرح کی باتیں ہو رہی تھیں کوئی کہتا تھا کہ بادشاہی سرداروں کو بیرم نے گتار کر لیا کوئی کہتا تھا بیرم صرف وقت مالتا ہے وہ ہرگز نہیں آسکا۔ کسی کا قول تھا کہ پہاڑی راستہ سے علی قلی خان اور شاہ قلی محرم امداد کے لئے آئے ہیں کسی کا خیال تھا کہ رات کو دہوکے سے شیخون مار لیا۔ غرض اس قسم کی چھ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ بیرم تنہا لشکر میں داخل ہوا ساری فوج میں شور ہو گیا، نقارے پر چوب پڑی جس سے دور تک اس خبر کا اعلان ہو گیا۔ چند میل کے فاصلہ پر بادشاہ کا پڑاؤ تھا بادشاہ نے سنتے ہی حکم دیا تمام اُمراء دربار استقبال کو جاہلین اور اسی عزت و احترام سے بیرم کو لائیں، ہر شخص سلام کئے پیچھے ہو جاتا تھا۔

بیرم سب کے آگے خاموشی کیساتھ چلا جا رہا تھا۔ فضا پر اس قدر خاموشی طاری تھی کہ گھوڑے کے ہنہانے کی آواز بھی نہ آتی تھی سفید داڑھی، گورا چٹا چہرہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ نور کی ایک مورت گھوڑے پر سوار ہے۔

جب وقت بادشاہی خیمہ کا کلس دکھائی دیا۔ بیرم گھوڑے سے اتر پڑا بکتر سے تلوار نکال کر گلے میں ڈالی (ترکون کے بیان بادشاہ کے

دربار میں گنہگاروں کو لانے کا یہی طریقہ ہے۔ پھر
 علامہ سر سے اُتار کر گلے میں لپیٹ لیا خیمہ کے قریب پہنچا تو اکبر بھی اُٹھا
 اور لب فرش تک آیا بیرم نے دوڑ کر پاؤں پر سر رکھ دیا اور چپخیں مار کر
 رونے لگا۔ بادشاہ بھی آخر اُس کی آغوش میں پلا بڑھتا اُس کی
 آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے اُس نے بیرم کو اُٹھا کر گلے سے لگالیا
 اور قدیمی جگہ پر اپنی داہنی طرف پہلو میں بٹھایا اپنے ہاتھ سے اس کے
 ہاتھ کھولے دستار سر پر رکھی ۱۵۷۸ء یہ واقعہ محرم ۹۶۸ھ کا ہے ۱۵۷۸
 بیرم نے عرض کیا کہ حضور کی نمک حلائی اور وفاداری میں جان
 نثار کرنے کی آرزو تھی اور تمنا تھی کہ شمشیر بند بھائی جنازے کا ساتھ
 دیتے افسوس عمر بھر کی سرفروشیان مٹی میں مل گئیں اور نہیں معلوم
 کہ آگے تقدیر کیا گل کھلاتی ہے لیکن خدا کا شکر ہے آخر وقت میں
 حضور کے قدم دیکھنا نصیب ہو گئے۔
 بیرم کی اس تقریر سے دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے تمام
 دربار پر اس وقت سکوت طاری تھا کسی کے سانس لینے کی آواز بھی
 سنائی نہیں دیتی تھی۔

۱۵۷۸ منتخب الالباب مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۲۹ تا ۱۵۰ و ماثر الامراء صفحہ ۳۶۹ تا ۳۸۰
 و ماثر جمعی صفحہ ۶۶۹ و تاریخ فرشتہ جلد اول ۱۵۷۸ ماثر جمعی صفحہ ۶۶۹

کچھ دیر کے بعد اکبر نے کما خان بابا اب تین صورتیں بنی ان میں سے جو صورت آپ پسند کریں اس کا انتظام کر دیا جائے۔

(۱) حکومت کی تمنا ہو تو چندیری و کالیپی کے علاقہ پر بادشاہت کرو۔
(۲) مصاحبت منظور ہو تو ہمارے ساتھ رہو جو عزت و وقعت پہلے تھی وہی اب ہوگی۔

(۳) حج کا قصد ہو تو اُدھر کی روانگی کا خاطر خواہ بند و بست کیا جائے چندیری تو تمہاری ہو چکی جان رہو گے اُسکی آمدنی وہیں پہنچا کر گئی، بیرم نے بہ ادب اتنا س کیا کہ میرے اعتقاد و خلوص میں کسی قسم کا فتور نہیں تھا یہ سب کچھ محض اسلئے تھا کہ عاجز خدمت ہو کر عفو و تقصیرات کی التجا کروں خوش قسمتی سے یہ آرزو پوری ہوئی اب مکہ جانا چاہتا ہوں تاکہ بادشاہ کی جان و دولت کے لئے دعا کرتا رہوں اور عمر کا یہ آخری حصہ آستانہ خدا پر بسر ہو جائے یہ جو کچھ پیش آیا اس مقصد صرف یہ تھا کہ دشمنوں نے مجھ پر بغاوت کا جو جھوٹا الزام لگا کر بدنام کر دیا ہے اسکو حضور میں پہنچ کر رفع کر دوں۔ اکبر نے خلعت خاص اور اسٹخا صہ مرحمت کیا۔
منعم خان بیان سے اپنے خیمہ میں لیگیا۔ خیمہ ڈیرہ، اسباب، خزانے سے لیکر

۱۵ منتخب للباب صفحہ ۱۵۰ تا ۱۵۱ و ۱۵۲ الامراء صفحہ ۳۸۰ تا ۳۸۱ و ۳۸۲ فرشتہ جلد اول بیان اکبر۔

بادر چنانہ تک جو کچھ تہاسبہ بیرم کے حوالے کر کے خود خیمہ سے نکل آیا۔ اور نہی سب نے اپنے اپنے مرتبہ کے موافق ترکون کی رسم کے بموجب نقد و جنس جمع کیا بادشاہ نے پانچزار روپے نقد اور بہت سا اسباب دیا، ماہم اور اسکے شریک کاروگوں کے سوا سب کے دلون میں بیرم کی عزت اور محبت تھی۔

اسکے بعد بیرم ناگور کی راہ سے گجرات دکن کو روانہ ہوا بیرم کا پرانا رفیق حاجی محمد خان سیتانی جو تین ہزاری امیر تھا بادشاہ کی طرف سے فوج لیکر راستہ کی حفاظت پر مامور ہوا۔ راستہ میں ایک روز کسی جنگل میں گذر ہوا بیرم کی پگڑی کا سرا کسی درخت کی شاخ میں الجھا اور پگڑی سر سے گر گئی چونکہ عام طور اسکو بڑا شگون سمجھا جاتا ہے بیرم کے چہرے سے بھی آثار ملال نمایان ہوئے حاجی محمد خان سیتانی نے فوراً حافظ کا یہ شعر پڑھا

دریا بان چوں شوق کعبہ خواہی زد قدم سرزنش ہاگر کند خامیلاں عنسم مخور

اس شعر کو سنکر بیرم خوش ہو گیا اور وہ ملال اسکے دل سے رفع ہو گیا۔

بیرم کی وفات | جس وقت بیرم ٹپن پنپا تو موسیٰ خان فولادی دہلکا حاکم تھا موسیٰ خان اور حاجی خان الوری نے نہایت عظیم سے بیرم کو خیر مقدم کیا دعوتیں بھی کیں۔ بیرم کو اس سفر میں کوئی کام نہ تھا وہ صرف مناظر کی سیر، باغون کے پہولونگی خوش ہوا اور دریا کی موجوں سے عرصہ کی ناغی کوفت اور عمر بھر کے

انہما کی تلافی کرتا تھا۔

سلیم شاہ کے حرم سرا میں ایک کشمیرن بیوی تھی اسکے بطن سے سلیم شاہ کا ایک لڑکی تھی وہ بھی بیرم کے ہمراہ حج کو جا رہی تھی اور بیرم کے بیٹے مرزا عبد الرحیم سے اسکو بہت محبت تھی عبد الرحیم بھی اسے مانوس تھا بیرم کا ارادہ تھا کہ عبد الرحیم سے لڑکی کا عقد کر دے افغان اس ارادہ کو بہت نا پسند کرتے تھے ایک دن شام کا وقت تھا بیرم ہنس لنگے (تالاب میں سیر کرتا پھر رہا تھا مغرب کیوقت نماز پڑھنے کی غرض سے کشتی سے اُترتا تو مبارک خان لوہانی ایک افغان تین چالیس افغانوں کے ساتھ لئے سامنے آیا اور ظاہر کیا کہ ہم ملاقات کو آئے ہیں بیرم مروت و اخلاق سے پیش آیا اور افغانوں کو قریب بلایا اس ظالم نے پاس آکر مصافحہ کے حیلہ سے پشت پر ایک ایسا خنجر مارا کہ سینہ کے پار ہو گیا ایک اور شخص نے سر پہ تلوار ماری کلمہ اللہ اکبر بیرم کی زبان سے نکلا اور روح قفس غصہ سے پرواز کر گئی لے لوگوں نے اس بدکردار سی پوچھا کہ آخر؟ قتل سے تیرا کیا منشا تھا کہا کہ ماچھی واڑے کی لڑائی میں ہمارا باپ مارا گیا تھا ہم نے اسکا انتقام لیا۔ تاریخ فرشتہ کی روایت کے موافق یہ واقعہ جلدی الاول ۹۶۷ھ کا ہے مگر اس وقت میں اختلاف کیا ہوا قتل کا وقوع بھی کیوقت ظاہر کیا ہے، ماثر رحیمی میں لکھا ہے کہ یہ حادثہ جمعہ کیندن ۴۴۲ جلدی الاول ۹۶۷ھ کو واقع ہوا ہے بہر حال یہ کیفیت دیکھ کر ملازمین منتشر ہو گئے بیرم کی لاش ۷۸ ماثر رحیمی صفحہ ۷۸۷ اثر الامار صفحہ ۷۸۷ ۷۸ ماثر رحیمی صفحہ ۷۸۷

خون بہہ رہا تھا اور وہ تنہا پڑی تھی کپڑے تک لاش سوٹا مارنے لگے تھے، آخر وہیں کے فقراء و ساکین نے شیخ حسام الدین کے مقبرہ میں جبکا شمار شاخ کبار اور سلطان اولیاء کے خلفا میں ہوتا تھا سپرد خاک کیا، پھر نعل دہلی میں منتقل کی گئی اور ۹۸۵ھ میں حسین قلی خان نے جو بیرم کا بہا نچہ تھا حسب وصیت ڈھونڈ کر کوئٹہ مقدس میں دفن کرایا لے شیخ عبدالقادر بدایونی نے یہ مصرع تالیف کیا

گفت گل در گلشن خوبی نماند۔

قاسم ارسلان کی طرف سے یہ تاریخ یادگار ہے جس کے متعلق مائثر الامراء کی رقا ہے کہ ایک رات اُسے خواب میں معلوم ہوئی تھی۔

بیرم لطواف کعبہ چون بست احرام در راہ شہداء شہادتش کار تمام
 و واقعہ ہاتھ پئے تاریخ نش گفتا کہ شہید شد محمد بیرام
 بیرم کی رحلت کے بعد اُس کے بدخواہ ہی پے در پے نامزد و ناکام دنیا و آخرت
 ہوئے سب سے پہلے شمس الدین خاں اتکہ اور اُس کے بعد ایک گمنام گذرنے سے
 بدل ہی ادم خان چالینس دن منقضی ہونے سے پہلے ماہم اتکہ دوسرے ہی
 سال ملا پیر محمد نے دائمی اجل کو لبیک کہا۔ یہ روایت مائثر جمعی بیرم کے
 انتقال کی وقت عبدالرحیم کی عمر چار سال کی تھی بعض تاریخوں میں تین سال
 کہی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ چار سال چار ماہ کی عمر تھی کیونکہ عبدالرحیم اوائل
 ۹۶۴ھ میں پیدا ہوا تھا اور جلدی الاول ۹۶۸ھ میں یہ حادثہ پیش آیا
 مائثر الامراء صفحہ ۸۸ و منتخب التواریخ صفحہ ۱۲۷ مائثر التواریخ صفحہ ۱۲۷ اس تاریخ میں تفسیر
 تاریخ فرستہ جلد اول مائثر الامراء صفحہ ۸۸ و منتخب التواریخ صفحہ ۱۲۷ و مائثر جمعی صفحہ ۱۵۱

اس سے بریم کی رحلت کیوقت عبدالرحیم چار سال چار ماہ کا تھا اور دربار اکبری میں
 جسوقت ۲۰ پہنچا ہے تو اسکی عمر پانچ سال سے کچھ زیادہ تھی ۹۶۷ھ میں عبدالرحیم کی
 موت واقع ہوئی ہے اسوقت عبدالرحیم کی عمر بہتر مثال ہی اس صورت میں ہی ۹۶۸ھ
 میں عبدالرحیم چار سال کچھ ماہ کا ہوتا ہے اگر ۹۶۸ھ میں عبدالرحیم کی عمر تین سال تسلیم
 کیجا سکی تو انتقال کیوقت ۲۰ سال ہیں سے ایک سال نکالکر اسکا زمانہ حیات ۱۹
 سال ہوگا حالانکہ یہ غلط ہے چنانچہ جہانگیر نے اپنی توزک میں انتقال کیوقت اسکی
 عمر بہتر سال لکھی ہے بہر حال صحیح یہی ہے کہ بریم کی وفات کیوقت عبدالرحیم خان کی
 عمر چار سال سے کچھ اوپر تھی ۹۶۸ھ میں جب سیش سالہ معصوم بچہ اکبر کے سامنے
 آیا تو اسکی آنکھیں پُر آب ہوئیں اکبر نے فوراً مہرا کو گود میں اٹھالیا اس کے
 نوکر و نکی تنخواہوں اور وظیفوں کا یقین ہوا۔ شاہی حکم ہوا کہ بچے کے سامنے خان بابا
 کا تذکرہ کیا جائے بچہ کو صدمہ ہوگا۔ بابا زینو نے روکر کہا کہ حضور یہ بار بار دریا
 کرتے ہیں رات کو سوتے ہیں چونکتے ہیں سب پوچھتے ہیں کہاں گئے اتنا کہ کیوں
 نہیں آئے اکبر نے کہا کہ یاد کرو حج کو گئے ہیں، دیکھو اسکی دلکشی ہو۔ اسے
 یہ معلوم ہونے لگا کہ خان بابا، زندہ نہیں ہیں۔ بابا زینو یہ ہمارا بچہ ہے!
 سلیم سلطان بیگم اکبر کے عقد میں منسلک ہو کر حرم سرا میں داخل ہوئیں ۹۶۸ھ

